دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور
دار العلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ
ماہنامہ
الحق
12/92
بیاد: شیخ الحدیث حضرۃ مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم حقانیہ
مدیر: مولانا سمیع الحق

نائٹروجنی کھادوں
میں
ببّر شیر یوریا
کا
مقام
ببّر شیر یوریا کی خصوصیات
★ ہر قسم کی فصلات کے لئے کار آمد۔ گندم، چاول، مکّی، کماد، تمباکو، کپاس اور ہر قسم کی سبزیات، چارہ اور پھلوں کے لئے یکساں مفید ہے۔
★ اس میں نائٹروجن ۴۶ فیصد ہے جو باقی تمام نائٹروجنی کھادوں سے فزوں تر ہے۔ یہ خوبی اس کی قیمت خرید اور باربرداری کے اخراجات کو کم سے کم کر دیتی ہے۔
★ دانہ دار (پرلڈ) شکل میں دستیاب ہے جو کھیت میں چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے۔
★ فاسفورس اور پوٹاش کھادوں کے ساتھ ملا کر چھٹہ دینے کے لئے نہایت موزوں ہے
★ ملک کی ہر منڈی اور بیشتر مواضعات میں داؤد ڈیلروں سے دستیاب ہے۔
داؤد کارپوریشن لیمیٹڈ
(شعبۂ زراعت)
الفلاح - لاہور
فون نمبر 57876 سے 57879

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مستند اشاعت

جلد
شمارہ — ۳
جمادی الثانی — ۱۴۱۳ھ
دسمبر — ۱۹۹۲ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر معاون، عبدالقیوم حقانی

مدیر
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم۔ شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۳۴۰/ ۴۳۵
کوڈ نمبر - ۰۵۲۲۹

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۸۰/- روپے فی پرچہ ۸/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۲/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۶/- پونڈ
سمیع الحق استاذ دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا۔

متحدہ دینی محاذ

جمعیۃ علماء اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق کی دعوت پر ۱۵، دسمبر کو اسلام آباد میں آل اسلامی پارٹیز کنونشن منعقد ہوا جس میں ۵۲ دینی جماعتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے چاروں صوبوں سے جید علماء کرام، مشائخ عظام، زعماء ملت اور دانشوروں نے شرکت کی جس کے نتیجہ میں متحدہ دینی محاذ کا قیام عمل میں آیا اتحاد کے داعی حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ کو متفقہ طور پر متحدہ دینی محاذ کا کنوینر مقرر کیا گیا۔ اس کے بعد لاہور، کراچی اور سرحد میں علی الترتیب متحدہ دینی محاذ کے زیر اہتمام کامیاب کنونشن منعقد ہوئے اور اب یہ سلسلہ ایک منظم تحریک کی شکل میں ملک کے تمام اضلاع اور گاؤں گاؤں تک پھیلے گا۔ محاذ کے اولین اجلاس سے خطبۂ استقبالیہ میں اتحاد کے داعی مولانا سمیع الحق نے فرمایا۔

"حکومت اور اپوزیشن دونوں اقتدار اور مفادات کی جنگ میں مصروف ہیں اور حال یا مستقبل میں دونوں سے اسلام کے بارہ میں کسی خیر اور بہتری کی توقع نہیں دونوں کا رویہ منافقانہ یا عملاً معاندانہ ہے نفاذ شریعت کی عظیم جدوجہد سبوتاژ کر دی گئی ہے اور اس کے لیے میدانِ عمل میں مصروف طاقتوں کا شیرازہ بکھر گیا ہے یا وہ تعطل اور جمود کے شکار رہیں ملک کے بے چین شہری عموماً اور اسلام سے وابستگی رکھنے والے مسلمانوں کی نگاہیں خصوصاً صرف دینی جماعتوں اور شخصیات کی طرف اُٹھ رہی ہیں اور بار بار آزمائے گئے لادینی سیکولر سیاستدانوں اور منافق حکمرانوں سے مکمل مایوس ہیں اور سوچتے ہیں کہ آئندہ اس ملک کی دینی سیاست کا تحفظ کیسے ہوگا؟ پاکستان کا اسلامی تشخص کیسے قائم رہ سکے گا؟ حقیقی منزل، اسلامی انقلاب اور نفاذ شریعت کے لیے ہمیں اپنا کوئی الگ راستہ نکالنا ہوگا یا ایک ہی سوراخ سے بار بار ڈستے رہیں گے اور اہل دین و دانش کو انہی لوگوں کا ضمیمہ بننا پڑے گا؟ یہ سب سوالات ہمیں دعوتِ فکر دے رہے ہیں اور مسلمانوں کی نگاہیں آپ پر لگی ہوئی ہیں"۔

ویسے دین کا بنیادی کام تو ایک عرصے سے ہو رہا ہے مگر جن حالات سے برصغیر کے مسلمان، عالم اسلام

عالمِ انسانی اور خود ہم پاکستانی گذر رہے ہیں ان حالات کے پیشِ نظر دینی قوتوں کے اتحاد اور خالص دینی اور اسلامی انقلابی تحریک کی شدید ضرورت تھی جس کے اولین مقاصد میں زندگی کے فاسد نظام کو بنیادی طور پر بالکل بدل دینا سرفہرست ہو مگر یہ کُلّی و اساسی تغیر صرف اسی طریق پر ممکن ہے جو انبیاء کرام اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اختیار فرمایا تھا۔ "متحدہ دینی محاذ" اسی تحریک کی تشکیل اور ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہے۔

اس اتحاد کی خبر اور دعوتِ اتحاد کا اثر جہاں جہاں بھی پہنچا ہے اس نے مردہ ضمیروں کو زندہ، مایوس اذہان کو پُر اُمید اور سوتے ہوتے ضمیروں کو بیدار کر دیا ہے مسلسل لادینی اتحادوں کی نحوست سے جو دینی حس کند ہو چکی تھی اب وہ پہلے سے کئی گنا تیز ہو چکی ہے، خالص دینی سیاست، دینی اتحاد، دینی تحریک اور دینی انقلاب اب احساس بنتا چلا جا رہا ہے بہت سے اربابِ علم و سیاست اور رہنمایانِ قوم و ملت کی فکری سوچ اور عملی لائحہ عمل میں اس احساس سے نمایاں تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس دعوتِ اتحاد، محاذ کی ابتدائی تشکیل اور آغازِ کار کا یہ نقد ثمرہ ظاہر ہو رہا ہے کہ بے مقصد سیاست کو بامقصد بنایا جا رہا ہے اور صرف مقصدِ سیاست ہی کو نہیں، بلکہ اصل مقصد تک پہنچنے کی راہ بھی واضح ہو کر سامنے آ رہی ہے مایوسی، خیالات کی پراگندگی اور لادینی سیاست کی یلغار سے دینی قوتوں کا اضمحلال دور ہو رہا ہے۔

فضول سیاسی اہداف، سیاسی اعمال، سیاسی جوڑ توڑ اور دور از کار سیاسی دلچسپیوں سے دل خود ہٹ رہے ہیں مسلمان کی عملی سیاسی زندگی کے حقیقی اور اہم ترین مسائل مرکزِ توجہ بن رہے ہیں فکر و نظر ایک منظم صورت اختیار کر رہی ہے اور ایک شاہراہ مستقیم پر حرکت کرنے لگی ہے غرض بحیثیت مجموعی وہ ابتدائی خصوصیات اچھی خاصی قابلِ اطمینان رفتار کے ساتھ نشو و نما پا رہی ہیں جو اسلام کے بلند ترین نصب العین کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے اولاً لازماً مطلوب ہیں۔

محاذ کے قائدین سمیت تمام دینی قوتوں اور مخلص کارکنوں کو یہ بات نوٹ کر لینی چاہیئے کہ جو کام اس اتحاد کے پیشِ نظر ہے وہ کوئی ہلکا اور آسان کام نہیں ہے بلکہ اسے ملک کے پورے نظامِ زندگی کو بدلنا ہے اسے ملک کے اخلاق، سیاست، تمدن، معیشت، معاشرت غرض ہر چیز میں انقلاب لانا ہے ملک میں جو نظامِ حیات خدا سے بغاوت پر قائم ہے اسے بدل کر خدا کی اطاعت پر قائم کرنا ہے اور اس کام میں تمام شیطانی طاقتوں سے اسے جنگ کرنی ہے وہ بھی اس طرح کہ بیک وقت اسے کئی محاذوں پر لڑنا ہے اس کو اگر کوئی ہلکا کام سمجھ کر آئے گا تو وہ بہت جلدی مشکلات کے پہاڑ اپنے سامنے دیکھ کر اس کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔ اس لیے ہر شخص کو قدم آگے بڑھانے سے پہلے خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ کس خارزار میں قدم رکھ رہا ہے یہ وہ

راستہ نہیں ہے جس میں آگے بڑھنا اور پیچھے ہٹ جانا دونوں یکساں ہوں لہٰذا قدم اٹھانے سے پہلے خوب سوچ لو جو قدم بھی بڑھاؤ اس عزم کے ساتھ بڑھاؤ کہ یہ قدم اب پیچھے نہیں پڑے گا جو شخص بھی اپنے اندر ذرا سی کمزوری بھی محسوس کرتا ہو بہتر ہے کہ وہ اس وقت رُک جائے۔

نفاذ شریعت اور اسلامی انقلاب کا ایک عظیم الشان مقصد اتحاد کے سامنے ہے اور جن زبردست طاقتوں کے مقابلے میں اسے اُٹھ کر اس مقصد کے لیے کام کرنا ہے اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ ہم میں صبر ہو تدبر اور معاملہ فہمی ہو اور اتنا مضبوط ارادہ موجود ہو جس سے ہم دور رس نتائج کے لیے لگاتار انتھک سعی کرسکیں بے صبری کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی نتائج برآمد کرنے کے لیے بہت سے ایسے سطحی کام کئے جاسکتے ہیں جن سے ایک وقتی ہلچل برپا ہو جائے لیکن اس کا کوئی حاصل اس کے سوا نہیں ہے کہ کچھ دنوں تک فضا میں شور رہے اور پھر ایک صدمہ کے ساتھ سارا کام اس طرح برباد ہو کہ مدت ہائے دراز تک دوبارہ اس کام کا نام لینے کی بھی کوئی ہمت نہ کرسکے۔

اس میں شک نہیں کہ حسب ضرورت و بہ اقتضائے حالات متحدہ دینی محاذ کے پلیٹ فارم کے استحکام اور مزید پیش رفت کے لیے جو کچھ ہونا چاہیئے تھا اس کے لحاظ سے جو کچھ ہوا وہ بہت کم ہے اگر اس کمی کا احساس کسی شخص کو یا کسی گروہ اور جماعت کو مایوس ہو کر بیٹھ جانے پر آمادہ کرتا ہے تو اس کو متنبہ ہو جانا چاہیئے کہ اس قسم کے احساسات ہمیشہ نزغ شیطانی کا نتیجہ ہوتے ہیں اگر یہ احساس اس کو تلافی مافات کے لیے سعی و جہد پر اُبھارتا ہے تو اسے اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور جو کچھ کمی وہ محسوس کرتا ہے اسے پورا کرنے کیلئے مستعدی کے ساتھ کام کرنا چاہیئے۔

اس موقع پر ہمیں یہ بھی سوچنا چاہیئے کہ بعض حلقوں کی جانب سے خاموشی، سرد مہری، سوچ و فکر اور ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کے حقیقی اسباب کیا ہے، جب تجزیہ کیا جائے تو اسکی پہلی اور بنیادی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس ماحول اور جن حالات میں کام کرنے کے لیے ہم نے دینی قوتوں کے اتحاد اور خالص دینی سیاست کی جست لگائی ہے۔

صدیوں کے مسلسل انحطاط اور گذشتہ پنتالیس سالہ لادینی سیاسی خرافات نے قومی اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کردی ہیں لوگوں میں خالص دینی کردار کی وہ طاقت بہت کم رہ گئی ہے جس کی مضبوط چٹان پر اٹل فیصلے مستقل ارادے، ثابت عزائم اور بھروسے کے قابل عہد و میثاق قائم ہوتے ہیں مگر ہمارے ہاں مدت دراز سے سیاست

کے جو سانچے بنتے رہے ہیں وہ اخلاق و عادات، ذہنیتوں اور سیرتوں کو کسی اور رنگ ڈھنگ میں ڈھالتے رہے ہیں جو خالص دینی سیاست اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے بمثلاً ہمارے اندر مدت ہائے دراز سے یہ کمزوری پرورش پا رہی ہے کہ ہم ایک چیز کو حق جانتے ہیں اور دل سے اسے حق مانتے بھی ہیں مگر اس کے لیے کوئی قربانی گوارا نہیں کرتے نہ قوت کی، نہ مال کی، نہ خواہشات نفس کی، نہ مرغوب افکار و نظریات کی، نہ جاہلیت کے اذواق کی اور نہ ذاتی مفادات و دلچسپیوں کی۔ ہمیں وہ حق پرستی تو بہت اپیل کرتی ہے جس میں حق کو زبان سے حق کہنا اور اس پر لفظی عقیدتوں کے پھول نچھاور کرنا اور اس کے لیے چند نمائشی کام کر دینا کافی ہو مگر اس کے بعد ہمیں اس حق کے خلاف ہر طرح اپنے کاروبار اپنے ادارے اور اپنی زندگی کے سارے معاملات چلانے کی پوری آزادی حاصل رہے، ہم نمائشی ہنگاموں میں ایک عمر گذار سکتے ہیں مگر کسی ایثار طلب عہد کو سال دو سال بھی بمشکل نباہ سکتے ہیں قبل اس کے کہ ہم دینی اتحاد اور اس کے بنیادی مقاصد اور پیش نظر کام کی طرف کوئی بڑا قدم اٹھائیں ہمیں ان بوسیدہ سانچوں کو بہر حال توڑنا ہوگا اور نہایت صبر کے ساتھ پیہم سعی و جہد سے نئی سیرتیں، نئی ذہنیتیں نئی عادتیں نئی اخلاقی صفات اور خالص اسلامی سیاست کے اقدار و اطوار کو فروغ دینا ہوگا جو حقیقتاً نئی نہیں مگر سب کی سب پرانی ہیں مگر بدقسمتی سے آج ہمارے لیے نئی ہوگئی ہیں۔

یوں تو اتحاد کے اربابِ بست و کشاد سے بہت کچھ عرض کرنا ہے سر دست اتنی سی گذارش ہے کہ اتحاد کے کنونشنز اور اجتماعات میں خواہ کتنا ہی بڑا مجمع ہو مروجہ شور و غوغا، ہاؤ ہو، بھیڑ اور ہڑبونگ اور شور و ہنگامہ کی کیفیت کو کبھی بھی رونما نہ ہونا چاہیئے جس طرح دینی قوتوں کو اسلامی نقطہ نظر سے لادینی سیاسی ہتھکنڈے اور موجودہ سیاسی بگاڑ پر تنقید کرنے کا حق حاصل ہے اسی طرح ان کو بھی یہ دیکھنے کا حق حاصل ہے کہ ہم انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر کیسے رہتے ہیں کیا برتاؤ کرتے ہیں، کس طرح جمع ہوتے ہیں اور کس طرح اپنے اجتماعات اور سیاسی کاز کا انتظام کرتے ہیں۔

دوسری اہم اور اقدم صفت ہمارے اجتماعات باہمی مشاورتوں، جلسہ و جلوس (جب ضرورت ہو) اور اجتماعی نظم میں دیانت و امانت بالکل واضح اور ایک محسوس و مشہود شکل میں نظر آنی چاہیئے۔

تیسری اہم بات کہ اجتماعی نظم میں تمام قائدین میں بدرجہ اتم اس کا ظہور ہونا چاہیئے وہ یہ کہ نہ تو منصب کی خواہش کی جائے اور نہ کسی اہل آدمی کے آگے آنے میں مانع بننا چاہیئے اور نہ اپنی ذات اس عظیم اتحاد و تحریک کی ترقی اور اس کی بہتری کی راہ میں روڑا بننا چاہیئے، تاریخ کا میزان اتحاد کے داعیوں سمیت اس کے

تمام بہی خواہوں اور ہمدردوں کی ہمدردی کا اندازہ ان کے زبانی دعووں سے نہیں بلکہ اس محاذ کے لیے ان کی دعوت، کام اور جان و مال، جاہ و منصب، عہدہ و مقام اور وقت کے ایثار سے جانچے گا۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر دور حکومت میں حکمران بھی اور اسی زمانہ کے حزب اختلاف کے سیاست دان بھی اسلام کی قبولیت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور اس کی پیروی کا بھی پھر اس کی ترویج و نفاذ کا وعدہ بھی کرتے ہیں اور اس پر اصرار و تکرار بھی ۔ مگر ان کا رویہ اس کے بالکل برخلاف اور معاندانہ ہے جس دین کی پیروی کا وہ دعویٰ کرتے ہیں مگر عملاً اس کے قطعاً مخالف نظامِ زندگی کو اپنے اوپر حاوی و مسلط کئے ہوئے ہیں بلکہ اس پر راضی و مطمئن ہیں اس کو بدل کر اپنے دین کو اس کی جگہ قائم کرنے کی کوئی سعی نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس اسی فاسقانہ اور باغیانہ زندگی کو اپنے لیے ساز گار بنانے اور اس میں اپنے لیے آرام کی جگہ پیدا کرنے کی فکر کر رہے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہی طرزِ عمل سراسر منافقانہ ہے اس لیے کہ ایک نظام زندگی پر ایمان رکھنا اور دوسرے نظام میں رہنا بالکل ایک دوسرے کی ضد ہیں سچے اور مخلصانہ ایمان کا اولین تقاضا یہ ہے کہ جس طریقِ زندگی پر ایمان رکھتے ہیں اسی کو ہم اپنا قانون حیات دیکھنا چاہیں ہماری روح اپنی آخری گہرائیوں تک ہر اس رکاوٹ کے پیش آجانے پر بے چین و مضطرب ہو جائے جو اس طرزِ زندگی کے مطابق جینے میں سد راہ بن رہی ہو۔

آج ہماری سیاسی قیادت جس چیز کا زبان سے دعویٰ کرتی ہے عملاً اس کی سراسر خلاف ورزی کر رہی ہے اور یہ بھی تو نفاق اور تناقض ہے کہ آدمی کا عمل ایک معاملہ میں کچھ ہو اور دوسرے معاملہ میں کچھ اور۔

ہماری سیاسی قیادت ایک طرف خدا پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتی ہے دوسری طرف اسی نظام سیاست کی کارکن ہے جو شریعت الٰہی کو ایوان سیاست سے بے دخل کر کے شریعتِ غیر الٰہی کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے ایک طرف وہ مساجد میں جا جا کر نمازیں پڑھتے ہیں کلمہ پڑھ پڑھ کر اپنی اسلام پسندی کا ثبوت دیتے ہیں۔ دوسری طرف اپنے گھر کی زندگی، شادی بیاہ، لین دین، معاش کی فراہمی، دنیوی معاملات اور سیاسی تحریکیں میں خدا اور اس کی شریعت کو بھول کر کہیں اپنے نفس کے قانون کی، کہیں اپنی برادری کے قانون کی، کہیں اپنی سوسائٹی کے طور طریقوں کی، کہیں مغربی خدا بیزار نظریات و ترجیحات کی پیروی میں کام کر رہے ہیں ———

مروجہ سیاسی نظام کفر، دہریت، شرک، فسق و فجور اور بد اخلاقی کی بنیادوں پر چل رہا ہے جس کے نقشے بنانے والے منکرین اور جس کا عملی انتظام کرنے والے مدبرین سب کے سب خدا سے پھرے ہوئے اور اس کی شرائع کے قیود سے نکلے ہوئے لوگ ہیں ...... بہرحال خدا کے باغی شیطان کے مطیع دنیا کے امام و پیشوا اور

منظم رہیں اور پھر دنیا میں فساد، ظلم، زیادتی، بداخلاقی اور گمراہی کا دور دورہ نہ ہو یہ عقل اور فطرت کے خلاف ہے اور آج تجربہ و مشاہدہ سے "کا لشمس فی نصف النہار" ثابت ہو چکا ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے ——— پھر ہمارا مسلم ہونا، علم دین سے نسبت اور پھر جب متحدہ دینی محاذ بھی بن جاتے تو یہ خود اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم ائمہ ضلالت کی پیشوائی ختم کر دینے اور غلبۂ کفر و شرک کو مٹا کر دین حق کو اس کی جگہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔

اگر دینی قیادت نے اتفاق و اتحاد کو برقرار رکھا، دین طلبی اور اسلامی انقلاب میں مخلصانہ اور مومنانہ کردار ادا کیا اور ان کے اجتماعی کردار میں پورے اسلام کا ٹھیک ٹھیک مظاہرہ ہونے لگا تو دینی سیاست پھر سے دنیا میں سربلند و سرخرو ہو کر رہے گی، خوف اور حزن، ذلت اور مسکنت، مغلوبی و محکومی کے سیاہ بادل قلیل عرصہ میں چھٹ جائیں گے ان کی دعوت حق واتحاد اور سیرت صالحہ دلوں اور دماغوں کو مسخر کرتی چلی جائے گی ان کی ساکھ اور دھاک پھر سے دنیا میں بیٹھتی چلی جائے گی انصاف کی امیدیں ان سے وابستہ کی جائیں گی بھروسہ ان کی امانت و دیانت پر کیا جائے گا سند ان کے قول کی لائی جائے گی بھلائی کی توقعات ان سے وابستہ کی جائیں گی ائمہ کفر و ضلالت اور علمبرداران لادین سیاست کی کوئی ساکھ ان کے مقابلے میں باقی نہیں رہ سکے گی ارباب حکومت و سیاست کے تمام فلسفے، نعرے، تحریکیں، سیاسی و معاشی نظریئے ان کی سچائی اور راستبازی کے مقابلے میں چھوٹے ملمع ثابت ہوں گے جو طاقتیں آج بے دین سیاستدانوں کے کیمپ میں نظر آ رہی ہیں ٹوٹ ٹوٹ کر دینی اتحاد کے کیمپ میں آتی چلی جائیں گی ایک وقت آئے گا جب صرف پاکستان کیا پوری دنیا میں اسلامی انقلاب کے ثمرات مرتب ہونے لگیں گے سرمایہ دارانہ ڈیموکریسی خود واشنگٹن اور نیویارک میں اپنے تحفظ کے لیے لرزہ براندام ہوں گے، مادہ پرستانہ الحاد خود لندن اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں جگہ پانے سے عاجز ہوگا نسل پرستی اور قوم پرستی خود برہمنوں میں اپنے معتقد نہ پا سکے گی اور یہ آج کا دور صرف تاریخ میں داستان عبرت کی حیثیت سے باقی رہ جائے گا کہ دینی قوتوں کے اتحاد اور اسلام جیسی عالمگیر و جہاں کشا طاقت کے نام لیوا کبھی اتنے بے وقوف ہو گئے تھے کہ عصائے موسیٰ بغل میں تھا اور لاٹھیوں اور رسیوں کو دیکھ کر کانپ رہے تھے۔

عبدالقیوم حقانی

الحاج ابراہیم یوسف باوا، برطانیہ

خاندان کے سربراہ اور والدین کی ذمہ داریاں

۳

حضرت شاہ محمد یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ اور تنبیہ :

فرمایا...... بچہ اپنی فطرت پر پیدا ہوتا ہے (دیکھئے مندرجہ بالا حدیث نمبر ۲) پھر ماں باپ کی حرکتوں اور افعال سیئہ کی وجہ سے فطرت مسخ ہو جاتی ہے۔ (اپنا واقعہ بیان) فرمایا...... ابھی چند دنوں کی بات ہے ایک معصوم بچہ کھیل رہا تھا، میں نے محبت سے اس سے پوچھا کہ بیٹے! کیا پڑھتے ہو؟ اس نے ایسا غلط اور بیہودہ جواب دیا کہ مبہوت ہو کر رہ گیا، میرے دل پر جیسے بچھو نے ڈنگ مار دیا۔ میں نے کہا جاؤ صاحبزادے جاؤ! تم نے ایسا زہر دیا کہ اس کا تریاق مشکل ہے، یہ تمہارا قصور نہیں، تمہاری فطرت تو صحیح تھی مگر تمہارے باپ نے تمہاری فطرت بگاڑ دی بچپن ہی سے تم کو خراب کر دیا۔ ایسے ہی بچے قیامت میں کہیں گے۔

رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۔ اے ہمارے رب! ہم نے کہا مانا اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا، پس انہوں نے بھٹکا دیا۔ ہم کو (سیدھی) راہ سے۔ (بیان القرآن صفحہ ۱۵) (الاحزاب ۳۳ : ۶۷)

(آگے آیت نمبر ۶۸) میں درج ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔

فرمایا...... یہ بچے اپنے مربیوں (سربرستوں ماں باپ سرداروں ذمہ داروں) کی شکایت کریں گے کہ انہوں نے ہماری زندگی (اور آخرت) برباد کر دی۔ (صحبتے با اہل دل صفحہ ۲۷۵)

مسلمانو! یہ فرنگی نظام تعلیم اور ان کی لعنتی تہذیب و تمدن کا تحفہ و عطیہ ہے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے

اور ہے اہل کلیسا کا یہ نظام تعلیم
اک سازش ہے فقط دین محمد کے خلاف

مفتی اعظم پاکستان، حضرت مولانا محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں سورۃ والعصر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ......

" (اس سورت) نے مسلمانوں کو ایک بڑی ہدایت یہ دی کہ ان کا صرف اپنے عمل کو قرآن و سنت کے تابع کر لینا جتنا اہم اور ضروری ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلانے کی مقدور بھر کوشش کرے ورنہ صرف اپنا عمل نجات کے لیے کافی نہ ہوگا، خصوصاً اپنے اہل و عیال اور احباب و متعلقین کے اعمال سیئہ سے غفلت برتنا اپنی نجات

کا راستہ بند کرنا ہے اگرچہ خود وہ کیسے ہی اعمال صالحہ کا پابند ہو، اسی لیے قرآن وحدیث میں ہر
مسلمان پر اپنی اپنی مقدرت کے مطابق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کیا گیا ہے۔ اس معاملے
میں عام مسلمان بلکہ بہت سے خواص تک غفلت میں مبتلا ہیں، خود عمل کر [illegible] کو کافی سمجھ بیٹھے ہیں،
اولاد وعیال کچھ بھی کرتے رہیں اس کی فکر نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ [illegible] تیت کی ہدایت
پر عمل کی توفیق نصیب فرماویں"۔ آمین ثم آمین

تعلیم سے زیادہ تربیت کی ضرورت ہے:

بندہ کے نزدیک تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی ضروری ہے بلکہ یوں کہوں تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا کہ تعلیم سے
بیس زیادہ تربیت کی ضرورت ہے تعلیم سے رہبری حاصل ہوتی ہے اور تربیت سے عمل نصیب ہوتا ہے، دل کا تزکیہ
ہوتا ہے علم بغیر عمل کے بروز قیامت حجت بنے گا۔ حدیث شریف کا مفہوم اور حصہ ہے کہ انسان بروز قیامت
اپنے قدم میدان محشر سے ہٹا نہ سکے گا جب تک پانچ چیزوں (سوالوں) کا معقول جواب نہ دیدے منجملہ ان میں
ایک یہ ہے کہ "اپنے علم پہ کیا عمل کیا؟"۔ ہم اور آپ دیکھتے سنتے رہتے ہیں کہ لوگ عالم (علم کا جاننے والا) سے
متنفر ہو جاتے ہیں جو عمل نہیں کرتا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں سخت وعیدیں شریعت مطہرہ میں درج ہیں۔ بہت
سارے لوگوں کو دیکھا گیا کہ شوق شوق میں اپنے بچوں کو حافظ قرآن بنا دیتے ہیں لیکن ہائے افسوس! تربیت کی ادنیٰ
فکر نہیں کرتے۔ حافظ ہو جانے کے بعد یہ بچے محراب بھی سناتے ہیں لیکن شکل وصورت کا ٹھکانا ہوتا ہے نہ لباس کا۔
نہ شریعت کے پابند ہوتے ہیں اور نہ نمازوں کا ٹھکانا رہتا ہے۔ نام کے حافظ ہوتے ہیں لیکن کام کے اعتبار سے یہود و
نصاریٰ کے پکے دلدادہ اور ایجنٹ ہوتے ہیں ؎

نہ منزل ہے نہ ہے کوئی ٹھکانہ
چمن لٹ گیا ہے آشیاں جل گیا ہے

یاد رکھئے! قرآن مجید اور احادیث و دینیات کی تعلیم سب سے انسانوں میں تغیر کا مطالبہ کرتا ہے جو لوگ اپنے
بچوں کو حافظ کراتے ہیں پھر ان کو فرنگی اسکولوں اور ان کے ماحول میں بھیجتے ہیں وہ بہت سخت اور سنگین جرم کر رہے
ہیں ایک شخص نے حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ پہلے میں اپنے پوتے کو حفظ کراؤں گا
پھر اسے انگریزی تعلیم دلاؤں گا تو فرمایا:۔

"اس کی مثال ایسی ہے جیسے نہایت اعلیٰ قسم کا کھانا تیار ہو پھر گوبر یا لید کو پیس کر مصالحہ
کی طرح اوپر سے ڈال دیا جاتے۔ وہ قرآن مجید کی حفظ کی کیا قدر وحفاظت کر سکے گا سوائے اس
کے کہ اس کو ضائع کرے اور وقت کے ضائع ہونے پر افسوس کرے کچھ اور نتیجہ (حاصل) نہ ہوگا۔

انگریزی پڑھ کر دیندار رہنا، عربی (قرآن وحدیث) پڑھ کر بے دین بننے سے بہتر ہے"۔

(صحبت با اہل دل ص۱۱۱) ۔

قرآن کریم کی تعلیم اور تلاوت کا مقصد تو یہ ہونا چاہیے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ۔ (الآیۃ الانفال ۸ : ۲)	بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہے اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۔

بھائیو! اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ نام کا نہیں کام کا حافظ اور دیندار بنے، دنیا میں بھی آپ کے دل ودماغ کو سکون اور اطمینان نصیب ہو، مرنے کے بعد آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنے، قیامت میں بھی اعلیٰ انعامات دلانے والا بنے تو پھر اس کی اعلیٰ تربیت بھی کریں، کسی اللہ والے سے پڑھا دیں اور ان کی صحبت میں رکھیں، اکبر الہ آبادی مرحوم نے خوب کہا،

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین پیدا ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اگر آپ نے ایسا نہ کیا بلکہ فرنگی تہذیب وتمدن میں بھیج کر قرآن ودینیات پڑھاتے رہے تو ان کی حالت یہ ہوگی۔

ہم سمجھتے تھے کہ دے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مذکورہ حدیث شریف میں " اچھی تعلیم اور تربیت " دونوں کا ذکر ہے ۔ ذیل کی حدیث شریف میں بھی تعلیم وتربیت دونوں کا ذکر ہے ۔ یاد رکھیے کہ تعلیم وتربیت دونوں لازم وملزوم کی طرح ہے ایک دوسرے کو جدا کرنا ظلم عظیم ہے ۔

۴ ۔ جو شخص اپنی لڑکی کی عمدہ تربیت کرے اور اس کو عمدہ تعلیم دے اور اس کی پرورش کرنے میں اچھی طرح صرف کرے، وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا (طبرانی)

ف :۔ اس حدیث شریف میں چند باتیں قابل غور ہیں ۔

(۱) حدیث شریف میں " لڑکی " کی عمدہ تربیت وتعلیم کا ذکر ہے اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ بیٹے کی تربیت و تعلیم کی فکر نہ کرے جب کبھی ایسا مخصوص ذکر آجا دے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ بیٹی ہو یا بیٹا یا ماتحت کے افراد

ب کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری ماں باپ اور سرپرستوں پر فرض ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث
ہیں جن میں کہیں صرف ماں کی خدمت کا ذکر ہے تو کہیں صرف باپ کی فرمانبرداری کا ذکر ہے۔ ان سب کا مطلب یہی
ہوگا کہ ماں ہو یا باپ جو خدمت کا محتاج ہو، اس کی خدمت کی جاوے۔ جیسی جیسی ضروریات اور جیسا جیسا موقع۔
مثلاً ایک روایت میں ہے کہ ماں کی خدمت کرو، ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے تو دوسری روایت میں ہے کہ
ہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دو چیزیں پہنچنے میں تاخیر نہیں ہوتی اور نہ کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور وہ کلمہ لا الہ الا اللہ
کا کہنا اور باپ کی دعا بیٹے کے لیے چنانچہ مسلمان، ماں ہو یا باپ دونوں کی خدمت کرکے جنت کما سکتا ہے اور باپ
ہو یا ماں دونوں کی فرمانبرداری کرکے ان کی دعائیں لے سکتا ہے اللہ پاک ہم سب کو توفیق بخشے اور دین کی صحیح
سمجھ اور فہم عطا فرماوے۔ آمین

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عورتوں کے متعلق اول تو باپ کے ذمہ تعلیم فرض ہے کہ ان کو دین سے باخبر کرے اگر وہ جاہل رکھے تو
شوہر کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تعلیم دے۔ بتلایئے! اس فرض کو کتنے شوہر ادا کرتے ہیں؟ پھر شکایت
کی جاتی ہے کہ عورتیں جاہل ہیں۔ اے صاحب! تم نے خود ان کو جاہل رکھا ہے اور اگر تم ان کو تعلیم دیتے تو وہ کیوں
جاہل رہتیں؟ اگر کسی کو تعلیم نسواں کا اہتمام ہوا بھی تو ان کو انگریزی کی تعلیم دیتے ہیں چنانچہ اب عورتیں ایم اے
ہونے لگیں، ان کو تاریخ اور جغرافیہ پڑھایا جاتا ہے۔ بھلا اس کی کیا ضرورت ہے؟ کیا اس سے تو اصی باکتی کا فرض
ادا ہو جاتے گا ہرگز نہیں! ان علوم سے عورتیں تو کیا اگر مرد بھی جاہل رہیں تو دین کا کوئی ضرر نہ ہوگا الخ

(دعوت و تبلیغ ج ۱۲ صہ۱۵۱)

خطیب العصر حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ایک عورت کا دیندار ہو جانا آئندہ قوم کے جتنے افراد اس کی گود میں پرورش پائیں گے ان سب کو دیندار
بنا دیتا ہے اور اللہ نہ کرے کوئی عورت دین سے دور ہو کر زندگی گذارے تو اس کی گود میں پرورش پانے والے بچے
بھی دین سے بالکل بے بہرہ اور الگ (دور) ہونگے۔

دو زمانوں کا تقابل:

زمانہ جاہلیت کا ایک وہ دور تھا کہ کسی کے ہاں بچی پیدا ہوتی تھی تو اس بیچاری کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا بلکہ
ج بھی ہندوستان کی کسی خطہ میں کسی کے یہاں بچی پیدا ہوتی ہے تو منہ میں ریت بھر کر ہلاک کر دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ
الی سرزمین پر اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم عظیم ہو سکتا ہے کہ ایک معصوم اور بے گناہ بچی کو ہلاک کر دے، حضور رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے (جو بعد میں ایمان لاتے) اپنی بچی کو زندہ درگور کرنے کا واقعہ سنایا تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کو رونا آگیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان لانے کو قبول فرمالیتے ہیں لیکن تم میرے سامنے نہ آنا اس لیے کہ تمہیں دیکھ کر اس بچی کی چیخ و پکار میرے کانوں میں گونجنے لگے گی جس کے قلب میں رحم کا ذرہ برابر مادہ ہوگا وہ ایسی باتیں سن بھی نہ سکے گا، دل مچل جاتے گا اور ایسے لوگوں کو لعنت ملامت کرنے کو جی چاہے گا۔۔
لیکن اے میرے مسلمان بھائیو! اے میرے عزیزو اور پیارو! ذرا اپنے گریباں میں بھی تو منہ ڈال کر دیکھ لیں کہ ہم اپنی بچیوں کے ساتھ کیا معاملہ کر رہے ہیں وہ بچیاں جو زمانہ جاہلیت میں زندہ در گور ہو جاتی تھیں بقول حضرۃ مولانا مفتی رشید احمد مدظلہ العالی جہنم میں نہ جائیں گی (مختلف اقوال ہیں) لیکن آج کا حاجی نمازی، حافظ و مولوی، معلم و مبلغ، اپنی بچیوں، (اور اولاد) کو فرنگی تہذیب اور تمدن والے لعنتی اسکولوں کالجوں، وہ کانوں، سٹوروں، دفتروں، کارخانوں وغیرہ میں بے پردہ بھیج کر جہنمی بنا رہے ہیں اور اس بارے میں ہر شخص (الاماشاء اللہ) آنکھ مچولی کا کھیل کھیلتا نظر آرہا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

• الٹی سمجھ کسے بھی ایسی خدا نہ دے — دے آدمی کو موت مگر یہ ادا نہ دے

میں ایسے دینداروں سے عرض کروں گا۔

• خدا سے ڈرو مکر و فریب سے کام نہ لو — یا اسلام پہ چلنا سیکھو یا اسلام کا نام نہ لو

شاید اسی شاعر یا کسی اور نے کہا۔

• دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا — سراسر موم یا پھر سنگ ہو جا

اگر یہود و نصاریٰ اور ان کی تہذیب و تمدن سے تمہیں اتنی ہی محبت ہے تو دو رنگی۔ دودھ اور دہی والی زندگی کا ڈھونگ مت رچا۔ اعلان کر دے اور اسلام ہی کو سر سے سلام کر کے جو چاہے کرلے، اسلام کو تو بدلا نہیں جاسکتا۔ یہ پیارا دین صرف اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص اس پہ اخلاص سے چلے گا وہی دنیا اور آخرت میں سرخرو اور کامیاب ہوگا۔

• کعبے کس منہ سے جاؤ گے غالب — شرم تم کو مگر نہیں آتی

یاد رکھئے!

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی — یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری

دوسری چیز جو حدیث شریف میں مذکور ہے وہ "بچی کی پرورش کرنے میں اچھی طرح یعنی جائز امور میں دل کھول کر خرچ کرنا ہے۔ مسلمان اس جگہ کا متلاشی رہے جہاں خرچ کرنے پر زیادہ اجر و ثواب حاصل ہو۔
مسلمان جہاں بھی اخلاص کے ساتھ نیک کاموں اور جگہوں پر خرچ کریگا، اجر و ثواب کا مستحق ہوگا لیکن مقامات اور مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں خرچ کرنے پر لاکھوں گنا ثواب بڑھ جاتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ایک مرتبہ فرمایا :-
ایک دینار جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا جائے۔
ایک دینار غلام کو آزاد کرانے میں۔
ایک دینار کسی مسکین کو دیا جائے اور
ایک دینار اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا جائے۔
ان سب میں اجر وثواب کے اعتبار سے افضل وہ دینار ہے جو اہل وعیال کے نان ونفقہ پر خرچ کیا جائے
(مسلم عن ثوبان رض)

سبحان اللہ! کتنی بڑی فضیلت فرمائی اہل وعیال کے جائز نان ونفقہ پر خرچ کرنے کی۔ دیگر تین مقامات خرچ کرنے کے فضائل پر انسان غور کرے تو معلوم ہوگا کہ کتنا اجر وثواب حاصل ہو سکتا ہے لیکن ان سب سے بہتر مقام "خود اپنے اہل وعیال کے نان ونفقہ پر خرچ کرنا ہے۔

اس میں کیا تعجب کی بات ہے جبکہ کہیں پڑھا سنا ہے کہ جو شخص گھوڑے کو اس لیے پالے اور اس کے دانہ پانی پر خرچ کرے تاکہ اسے جہاد کے کام میں لے تو پالنے والے کو اس کے گوشت پوست خون اور پیشاب پاخانہ کے وزن کے برابر اجر ملے گا۔ جب جانور کو پالنے پر یہ اجر وثواب ہے تو اہل وعیال پر جائز امور میں خرچ کرنے پر ثواب واجر کیوں نہ ملے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ترازو میں سب سے اول وہ نفقہ رکھا جاتا ہے جو آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔ (فضائل صدقات صلاوا) ایک روایت میں ہے کہ سب سے مقدم اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ (النور ۲-۸-۱۹۰)

طبرانی کی روایت کا مفہوم اور ٹکڑا ہے کہ جس کے یہاں لڑکی کی پیدائش ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج کر سلامتی کی بشارت دیتے ہیں اور وہ اس لڑکی کو اپنی پرورش کے سائے میں لے لیتے ہیں اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں .....
اور بشارت دی گئی کہ جو شخص اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا، قیامت تک اللہ تعالیٰ کی مدد اس کے ساتھ شامل حال رہے گی۔

ایک عجیب نکتہ ،

یہاں اولاد پر جائز امور میں خرچ کرنے کا اجر وثواب یہ بتایا گیا کہ دیگر تین بڑے نیکی والے کاموں سے بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ خرچ دوسروں پر بھی نہیں ہوتا کہ دولت ہاتھ سے نکل جائے بلکہ اپنی ہی اولاد پر ہوگا۔ خرچ بھی اہل وعیال پر اور نیکی بھی زیادہ، نہ مال کے نکل جانے کا صدمہ ہوا نہ نیکی میں کمی۔ سبحان اللہ! کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی عنایت کی؟

(بقیہ صفحہ ۵۹ پر)

چوہدری رستم علی

خاندانی غدار، مرزا غلام احمد قادیانی

الحق کے شعبۂ ردِ قادیانیت کے سپیشل ایڈیشن کرنیوالے چوہدری رستم علی کے قلم سے تازہ نگارشات

تقریباً ایک صدی قبل مشرقی پنجاب کے ایک گاؤں قادیان کے ایک جاگیردار مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے مرزا غلام احمد نے ایک تحریک کی بنیاد ڈالی جس کا نام احمدیت رکھا۔ تحریک کے پس منظر کو سمجھنے سے پہلے مرزا غلام احمد کے اجداد اور ان کے غدارانہ کارناموں کا تعارف حاصل کرنا ضروری ہے یہی وہ ملت فروشی اور اسلام دشمنی تھی جو تحریک میں نمایاں محور پر جلوہ گر دکھائی دیتی ہے۔

مغلیہ دور میں بابر کے عہد حکومت میں ہادی بیگ نامی شخص وسطِ ایشیا سے پنجاب میں آکر آباد ہوا اور قادیان کے گرد و نواح پر جاگیرانہ تسلط قائم کیا۔ مغلیہ دورِ اقتدار کے زوال اور سکھوں کے عروج کے زمانے میں اس خاندان کا شیرازہ بکھر گیا مرزا غلام احمد کے پرداد اگل محمد سے رام گڑھیہ سکھوں نے قادیان اور اس کے ملحقہ علاقے چھین لیے۔ اور بقول مرزا غلام احمد ان کے بزرگ اسرائیلی قوم کی طرح اسیروں کی مانند پکڑے گئے[۱] مرزا گل محمد اور ان کے بیٹے عطا محمد نے سردار فتح سنگھ آہلووالیہ کے پاس پناہ لی اور بیگووال میں سکونت پذیر ہو گئے۔ فتح سنگھ کے انگریزوں کے ساتھ خفیہ تعلقات تھے، ایک موقع پر وہ ستلج پار کر کے انگریزوں کے پاس چلا گیا اور ان سے اپنے تحفظ کی درخواست کی لیکن رنجیت سنگھ نے اپنا ذاتی ایلچی بھیج کر اس کو واپس بلا لیا[۲] مرزا غلام احمد کا دادا اور باپ سردار فتح سنگھ کی سرگرمیوں پر نظر رکھتے تھے اور ان سے انگریزوں اور رنجیت سنگھ کو مطلع کرتے تھے۔

فتح سنگھ کے مرنے کے بعد رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی تمام جاگیروں پر قابض ہو گیا تھا غلام مرتضیٰ کو واپس قادیان بلا لیا اور اس کی آہلووالیہ جاگیر میں ادا کی گئی خدمات کے عوض قادیان کی جاگیر کا ایک بڑا حصہ واپس دے دیا اس پر مرزا غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت رنجیت سنگھ کی فوج میں ملازم ہو گیا۔

۱۸۲۷ء سے ۱۸۳۱ء تک سید احمد شہید کی تحریک جہاد کے زمانے میں مرزا غلام مرتضیٰ سکھوں کی فوج میں مختلف عہدوں پر فائز رہا اور مجاہدین کے خلاف کی گئی کاروائیوں میں سکھوں کی طرف سے برد آزما رہا۔ اسکے

---

[۱] کتاب البریہ، مرزا غلام احمد قادیانی صد۲۲۔ [۲] ایضاً

علاوہ کشمیری مسلمانوں کی سکھا شاہی کے خلاف تحریکوں کو کچلنے میں پیش پیش تھا۔ سر پیپل گرفن تاریخ روسائے پنجاب میں لکھتے ہیں کہ مرزا غلام مرتضیٰ نے کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں[1]

۱۸۳۹ء میں رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد اقتدار کی جنگ چھڑ گئی انگریز کی سامراجی نگاہیں پنجاب پر لگی ہوئی تھیں، روس کے وسط ایشیا کی طرف پیش قدمی کے خطرے کے پیش نظر انگریز شمالی مغربی سرحدی علاقے میں مضبوط چوکیاں قائم کرنا چاہتا تھا۔ افغانستان میں دوست محمد کی فرماں روائی کے زمانے (۱۸۲۶ تا ۱۸۳۸ء) میں ۱۸۳۴ء میں سکھوں نے پشاور پر قبضہ کر لیا جس کی واپسی کے لیے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے معاہدہ کرنے پر تیار تھا۔ جون ۱۸۳۶ء میں کمپنی کے ڈائریکٹروں کی خفیہ کمیٹی نے لارڈ آک لینڈ کو روسی خطرے سے نپٹنے کے لیے مناسب کارروائی کرنے کا مشورہ دیا[2] انگریزوں نے ایک طرف تو سکھوں اور کابل کی حکمرانی کے دعویدار شاہ شجاع کی حوصلہ افزائی کی تو دوسری طرف ایک انٹیلی جنس آفیسر الیگزنڈر برنز کو کابل بھیجا تاکہ دوست محمد سے گفت و شنید کرے۔ سکھ دربار میں ان کا مہرہ سردار شیر سنگھ تھا جو ۱۸۴۱ء میں برسر اقتدار آ گیا۔ مرزا غلام مرتضیٰ شیر سنگھ کا معتمد خاص تھا اور انگریز انٹیلی جنس کے خصوصی رکن کے طور پر کام کر رہا تھا۔ اسی سال کابل میں انگریزوں کے خلاف زبردست تحریک اٹھی برنز کو قتل کر دیا گیا اور آخر کار پہلی افغان، انگریز جنگ چھڑ گئی ان نازک حالات میں شیر سنگھ نے غلام مرتضیٰ کو کمندان بنا کر پشاور روانہ کیا۔ انگریزی فوج کو پنجاب سے گزرنے کی اجازت دے دی گئی حالانکہ رنجیت سنگھ نے انگریزوں کو گزرنے کی اجازت نہ دی تھی اور اس بات کی لارڈ آک لینڈ سے ضمانت لے رکھی تھی۔

سر پیپل گرفن لکھتے ہیں:۔

> "غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہوا اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات انجام دیں۔ نونہال سنگھ شیر سنگھ اور سکھ دربار کے دور دورے میں غلام مرتضیٰ ہمیشہ فوجی خدمات پر مامور رہا۔ ۱۸۴۱ء میں کمندان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا ہزارہ کے مفسدہ میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔"

۱۸۴۳ء میں شیر سنگھ کو قتل کر دیا گیا دراصل سکھ دربار میں اقتدار کی جنگ زور پکڑ چکی تھی اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے ۱۸۴۵ء میں خالصہ فوج لے دریائے ستلج عبور کر کے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ اس جنگ میں برطانوی افواج نے نمایاں کامیابیاں حاصل کیں جس کی بڑی وجہ لال سنگھ اور گلاب سنگھ ڈوگرہ کی انگریزوں سے ساز باز تھی اس وفاداری کے عوض میں لال سنگھ کو سکھ دربار میں وزیر اعلیٰ کا عہدہ ملا اور گلاب سنگھ کو کشمیر مل گیا۔ معاہدہ لاہور (۱۸۴۶) کے تحت ہنری لارنس لاہور دربار میں برطانوی ریذیڈنٹ مقرر ہوا۔ ان تمام

---

[1] شہادت القرآن ص۲۳ [2] مہاجن، ہسٹری آف انڈیا۔

سالوں میں (۱۸۳۶ء تا ۱۸۴۶ء) غلام مرتضیٰ برطانوی آقاؤں کا نہایت وفادار کارکن تھا اور ان کے لیے انٹیلی جنس کارروائیاں کرنے میں مصروف رہا۔

معاہدہ لاہور کے بعد انگریزوں نے پنجاب کے الحاق کے لیے ہر طرح کے گھٹیا حربے اختیار کئے سکھ دربار پر عملاً برطانوی ریذیڈنٹ کی عمل داری تھی جب ملتان کے گورنر دیوان مولراج کو بھاری خراج ادا نہ کرنے کی پاداش میں مجبور کیا گیا کہ وہ ملتان کا نظم ونسق انگریزوں کے حوالے کر دے صورت حال ایک نیا رخ اختیار کر گئی۔ حالات سے مجبور ہو کر اس نے اپریل ۱۸۴۸ء کو نظم ونسق انگریز کے حوالے کر دیا لیکن اہل ملتان نے انگریز افسروں کے خلاف بغاوت اور بعض افسروں کو قتل کر دیا گیا آخر کار مارچ ۱۸۴۹ء کو انگریزوں نے مختلف حربوں اور حیلوں سے پنجاب کو اپنی سامراجی سلطنت میں شامل کر لیا۔

مرزا غلام مرتضیٰ کی انگریزوں کے لیے جاسوسی اور فوجی خدمات کا اعتراف ہمیں اس خط میں بھی ملتا ہے جو انگریز افسر جے ایم ولسن نے مرزا غلام مرتضیٰ کے نام پنجاب کے الحاق کے تین ماہ بعد لکھا اس خط میں مرزا غلام مرتضےٰ نے انگریزی حکومت کے قیام کے لیے اپنی وفاداریوں اور خدمات کا ذکر کر کے انگریزوں سے اس کا صلہ طلب کیا تھا اس خط کا متن مرزا غلام احمد کی تصنیف کشف الغطا سے نقل کیا جاتا ہے جو قادیان کے اس غدار خاندان کی حاشیہ برداری کا عکاس اور انگریز کی خدمت گزاری کا بین ثبوت ہے۔

مرزا غلام مرتضیٰ کے بھائی غلام محی الدین نے انگریز کے خلاف اہل ملتان اور دیوان مولراج کی بغاوت کے وقت انگریز مخالف افواج کے خلاف مختلف قسم کی کارروائیوں میں حصہ لیا۔ بھائی مہاراج سنگھ کی فوج دیوان مولراج کی مدد کے لیے ملتان جا رہی تھی راستے میں غلام محی الدین اور دوسرے جاگیرداروں میں جس میں لنگر خان ساہیوال اور صاحب خان ٹوانہ شامل تھے اپنے فوجی کار ندے لے کر مصر صاحبدیال کی فوج کے ساتھ ان پر حملہ کر کے انکو شکست فاش دی ان کو سوائے دریائے پنجاب کے کسی اور طرف بھاگنے کا راستہ نہ تھا جہاں چھ سو سے زیادہ آدمی ڈوب کر مر گئے۔[1]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

مرزا غلام مرتضیٰ اور اس کے خاندان کا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران نہایت ذلیل کردار تھا انہوں نے مجاہدوں کے قتل عام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی ان شرمناک کارروائیوں کا ذکر مرزا غلام احمد کی کتابوں میں متعدد مقامات پر مرقوم ہے اپنی تصنیف کشف الغطا میں لکھتے ہیں:۔

"میرا باپ مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک نیک نام رئیس تھا اور گورنمنٹ کے

---

[1] کشف الغطا، مرزا غلام احمد صہ۲

اعلیٰ افسروں نے پُر زور تحریروں کے ساتھ لکھا کہ وہ اس گورنمنٹ کا سچا مخلص اور وفادار ہے اور میرے والد صاحب کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور ہمیشہ اعلیٰ حکام عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اخلاق کریمانہ کی وجہ سے حکام ضلع اور اعلیٰ افسر کبھی کبھی ان کے مکان پر ملاقات کے لیے بھی آتے تھے کیونکہ انگریزی افسروں کی نظر میں وہ ایک وفادار رئیس تھے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ انکی اس خدمت کو کبھی نہ بھولے گی کہ انہوں نے ۵۷ء کے ایک نازک وقت میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر اور پچاس سوار اپنے عزیزوں اور دوستوں میں سے مہیا کر کے گورنمنٹ کی امداد کے لیے دیئے تھے۔ چنانچہ ان سواروں میں سے کئی عزیزوں نے ہندوستان میں مردانہ وار لڑائی مفسدوں سے کر کے اپنی جانیں دیں اور میرا بھائی مرزا غلام قادر مرحوم تمدن کے پتن کی لڑائی میں شریک تھا اور بڑی جانفشانی سے مدد دی غرض اس طرح میرے ان بزرگوں نے اپنے خون سے اپنے مال سے اپنی جان سے اپنی متواتر خدمتوں سے اپنی وفاداری کو گورنمنٹ کی نظر میں ثابت کیا ہے سوا نہی خدمات کی وجہ سے بس یقین رکھتا ہوں کہ گورنمنٹ عالیہ ہمارے خاندان کو معمولی رعایا میں سے نہیں سمجھے گی اور اس کے اس حق کو کبھی ضائع نہیں کرے گی جو بڑے فتنے کے وقت بھی ثابت ہو چکا ہے۔"[1]

کتاب البریہ میں مرزا غلام احمد اپنے خاندان کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشیں رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گزاری میں پچاس گھوڑے معہ پچاس سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی مدد کا عند الضرورت وعدہ بھی دیا اور سرکار انگریزی کے حکام وقت سے بہ سلسلۂ خدمات عمدہ عمدہ چٹھیاں خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں چنانچہ سر لیپل گرفن صاحب نے اپنی کتاب رئیسان پنجاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے غرض کہ حکام کی نظر میں بہت ہر دلعزیز تھے اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لیے حکام وقت ڈپٹی کمشنر ان کے مکان پر آ کر ان سے ملاقات کرتے تھے"۔[2]

سر لیپل گرفن کی تالیف پنجاب چیفس جو غداروں کے شرمناک سیاسی کارناموں اور برطانوی سامراج کے لیے انکی

[1] کشف الغطاء، مرزا غلام احمد۔

[2] مرزا غلام احمد، کتاب البریہ صفحہ ۱۶۴ حاشیہ

خدمات کی مستند دستاویز ہے مرزا غلام مرتضیٰ کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

"اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء کے دوران میں بہت اچھی خدمات کیں، غلام مرتضیٰ نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور ان کا بیٹا غلام قادر جنرل نکلسن صاحب کی فوج میں اس وقت تھا جبکہ افسر مذکور نے تریمو گھاٹ پر ۴۶ انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا تھا جنرل نکلسن صاحب بہادر نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا تھا کہ ۱۸۵۷ء میں خاندانِ قادیان ضلع گورداسپور کے تمام دوسرے خاندانوں سے نمک حلال رہا۔ غلام مرتضیٰ ـــــ ۱۸۷۶ء میں فوت ہوا اور اس کا بیٹا غلام قادر اس کا جانشین ہوا۔ غلام قادر حکام عالی کی امداد کے لیے ہمیشہ تیار رہتا تھا اور اس کے پاس ان افسران کے جن کا انتظامی امور سے تعلق تھا بہت سے سرٹیفکیٹ تھے" [۱]

۱۸۵۷ء کے واقعات کے بارے میں انگریزی کی رپورٹوں اور ڈائریوں میں مرقوم ہے کہ جب سیالکوٹ کی افواج نے غدر بپا کیا اور تموں کی طرف پیش قدمی کی تو برطانوی انٹیلی جنس کے ذریعے ان کو اطلاع مل گئی کشتیوں کو دریائے راوی سے ہٹا دیا گیا پھر بھی ۱۲ جولائی کو سیالکوٹ کے باغی دستے گلے گلے پانی کو عبور کر کے تریموں گھاٹ پر پہنچ گئے۔ یہاں برگیڈیر جنرل نکلسن نے ان پر حملہ کیا اور نہایت سخت روی سے ان کو تہ تیغ کر کے انکا قلع قمع کر دیا اور بہت سے بھگوڑے مر گئے [۲]

ان چٹھیوں اور تعریفی سرٹیفکیٹوں کی روشنی میں بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام مرتضیٰ اور مرزا غلام قادر انتہائی شرمناک حد تک برطانوی سامراج کے خدمت گذار اور آزادی پسندوں کے دشمن تھے بلکہ یوں کہا جائے تو بجا ہوگا کہ مرزا خاندان برطانوی سامراج کا لگایا ہوا شجر خبیثہ تھا جو ایک تناور درخت بنا اور کئی برگ و بار پیدا کئے۔

مرزا غلام احمد لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کے نام ایک درخواست تحریر فرماتے ہیں:-

"میرا اس درخواست سے جو حضور کی خدمت میں مع اپنے مریدین روانہ کرتا ہوں مدعا یہ ہے کہ اگرچہ میں ان خدمات خاصہ کے لحاظ سے جو میں اور میرے بزرگوں نے محض صدق دل اور اخلاص اور جوش وفاداری سے سرکار انگریزی کی خوشنودی کے لیے کی ہے عنایت خاص کا مستحق ہوں ..... صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے اُب وفادار ایمان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی رپورٹ میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے

---

[۱] مرزا غلام احمد، کتاب البریہ صفحہ ۱۴ حاشیہ [۲] البیرونی میوٹنی رپورٹس فرام پنجاب اینڈ این ڈبلیو ایف پی، جلد اول صفحہ ۲۹۵

(بقیہ صفحہ ۴۲ پر)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

روزانہ ایک سیب کھائیے
کبھی معالج کے پاس نہ جائیے!

داناؤں کا یہ مشورہ درست، بشرطیکہ آپ کا معدہ بھی درست ہو اور سیب کو جزوِ بدن بنا سکے

اب نئی گول شیشی میں دستیاب ہے

۱۵۰ قرص
نئی
کارمینا

نظامِ ہضم کو درست کرنے والے
کاسر ریاح نباتاتی قرص جگر کی
سستی اور ہضم کی خرابی کی اصلاح
کرتے ہیں۔ قبض رفع کرتے ہیں۔

ہمدرد لیباریٹریز (وقف) پاکستان

نئی کارمینا
کاسر ریاح، محرک جگر، دافع قبض
NEO CARMINA 150 Tablets
Indicated in Dyspepsia, Indigestion
Liver disorder and Constipation
Hamdard Laboratories
Pakistan
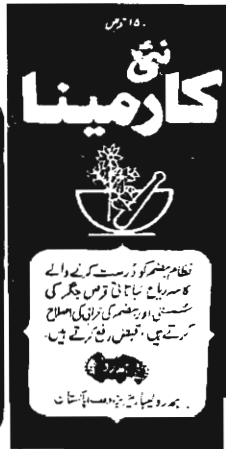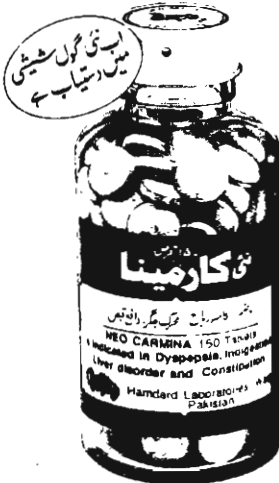
ہاضمہ خراب ہو تو اچھی سے اچھی غذا بھی نظامِ ہضم پر بار بن جاتی ہے اور آپ قدرت کی عطا کردہ بہت سی نعمتوں سے صحیح طور پر لطف اندوز نہیں ہو سکتے۔

اپنی صحت اور تندرستی کی خاطر کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیجیے۔ سادہ اور زود ہضم غذا کھائیے۔

پُرخوری سے بچیے۔ مرغن مسالے دار پکوانوں سے پرہیز کیجیے کیونکہ یہ معدے اور آنتوں کے افعال پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

اگر کسی وقت کھانے پینے میں بے احتیاطی ہو جائے تو نظامِ ہضم کی شکایات مثلاً بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، دردِ شکم اور کھانے سے بے رغبتی سے محفوظ رہنے کے لیے نئی کارمینا لیجیے۔ نئی کارمینا معدہ اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست رکھتی ہے۔

نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے پُرتاثیر ہاضم ٹکیاں

Adarts-CAR-1/92

پروفیسر حمداللہ قریشی
شعبہ عربی اسلامیات، گورنمنٹ کالج صوابی

اسلام میں حرمت مسلم کی اہمیت

اللہ تعالی نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا - کمزور و ناتواں ہونے کے باوجود اسے بڑے بڑے جانوروں اور خطرناک درندوں پر غلبہ عطا کیا- اس طرف سے وہ بالکل محفوظ و مامون ہے لیکن اگر اسے خطرہ ہے تو اپنے ہی درندہ صفت ہم جنسوں سے' انسان انسان کی آبرو ریزی کرتا ہے ' انسان ہی انسان کا خون بہاتا ہے ' انسان ہی انسان کی زندگی کو تاریک بناتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو سختی کے ساتھ تاکید کی ہے کہ وہ ایک دوسرے پر بدگمانی نہ کریں' نہ ایک دوسرے کے رازوں کو ٹٹولیں اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کریں - ارشاد باری تعالی ہے:

یا ایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا -

اے ایمان والو! زیادہ گمانوں سے بچو بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور تجسس نہ کرو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارک میں بدگمانی سے بچنے کی تاکید کی ہے اور اسے سب سے بڑی جھوٹی بات قرار دیا ہے جب کہ دوسری حدیث میں حسن ظن کو بہترین عبادت بتایا گیا ہے -

قاضی ثناء اللہ پانی پتی **لو لا اذا سمعتموہ ظن المومنون و المومنت بانفسھم خیرا -** سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں "**من ھھنا یظھر ان حسن الظن بالمومنین واجب لا یجوز ترکہ مالم یظھر بدلیل شرعی خلاف ذالک**

یہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مومنوں کے ساتھ حسن ظن واجب ہے جس کا چھوڑنا جائز نہیں جب تک بدگمانی کا سبب دلیل شرعی کے ساتھ ظاہر نہ ہو جائے-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش کو سختی سے منع فرمایا ہے - اس بارے میں آپ کا ارشاد ہے-

ولا تتبعوا عوراتھم فانہ من یتبع عورۃ اخیہ المسلم یتبع اللہ عورتہ و من یتبع اللہ عورتہ یفضحہ ولو فی جوف رحلہ -

اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے چھپے ہوئے عیبوں کے

پیچھے پڑے گا تو اللہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ پڑے گا وہ اس کو رسوا کرے گا اگرچہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔
مسلمانوں کی عزت و حرمت کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک سے لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے ایک موقع پر بیان فرمایا :
"لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم"
ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں تمام دنیا کا زائل ہو جانا اللہ کے ہاں معمولی بات ہے ۔
جو لوگ جھوٹے الزامات لگا کر کسی مسلمان کی آبرو سے کھیلتے ہیں اور اس کے دوستوں' رشتہ داروں' شاگردوں اور عقیدت مندوں کو اس سے بدظن کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں اور ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے میں سرگرمی دکھاتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس قماش کے لوگ بندگان خدا میں بدترین ہیں ۔ فرماتے ہیں:
و شرار عباد اللہ المشائون بالنمیمہ المفرقون بین الاحبہ الباغون البراء العنت ۔
اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلیاں کھانے والے پیاروں میں جدائی ڈالنے والے اور پاک دامن لوگوں کو گناہ سے ملوث یا مصیبت و پریشانی میں مبتلاء کرنے والے ہیں ۔
جو لوگ مسلمانوں کی آبرو ریزی کرتے پھرتے ہیں ان کی حالت کا جو مشاہدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاء اعلی کے سفر میں کیا ہے وہ ملاحظہ کیجئے۔
عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما عرج بی مررت بقوم لھم اظفار من نحاس یخمشون وجوھھم و صدورھم فقلت من ھئولاء یا جبریل قال ھئولاء الذین یاکلون لحوم الناس و یقعون فی اعراضھم
انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میرا گذر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے ۔ میں نے کہا اے جبریل یہ کون ہیں فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھایا کرتے تھے اور ان کی آبروؤں سے کھیلتے تھے ۔
حرمت مسلم کے بارے میں آپ کا ارشاد گرامی ہے:
المسلم اخوالمسلم لا یظلمہ ولا یخذلہ ولا یحقرہ ۔ التقوی ھھنا ۔ و یشیر الی صدرہ ثلث مرار ۔ بحسب امرء من الشر ان یحقر اخاہ المسلم ۔ کل المسلم علی المسلم حرام دمہ و مالہ و عرضہ
مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرے گا نہ اسے رسوا کرے گا نہ اس کی تحقیر کرے گا ۔ آپ نے تین بار اپنے سینہ مبارک کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقوی یہاں ہوتا ہے ۔ آدمی کے برا ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے ۔ ہر مسلمان کے لئے دوسرے مسلمان

کا خون ' مال اور آبرو قابل احترام ہیں کسی مسلمان کی عزت کو داغدار کیا جائے تو ایسا کرنے والے کو اسلامی شریعت میں مناسب سزا دی جائے گی یہ کہ سزا کتنی ہو اور کیسی ہو یہ قاضی کے صوابدید پر ہے جو جرم کی نوعیت کو دیکھ کر سزا کا تعین کرے گا البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو داغدار کرنے کی خاطر اس پر زنا کا الزام لگائے اور چار عینی گواہوں کو پیش نہ کر سکے تو ایسے شخص کی سزا کا تعین خود خدا نے کیا ہے جو اسی کوڑے ہیں - دراصل اس قسم کے الزامات لگانے والے اور ان الزامات کو ہوا دینے والے نہ صرف خود بدکار ' بے شرم اور بے حیا ہوتے ہیں بلکہ ان کا محبوب ترین مشغلہ بے حیائی پھیلانا ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی اس قسم کے افتراء پردازوں کا ذکر کرنے کے بعد فرماتا ہے۔

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشہ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا و الاخرۃ واللہ یعلم و انتم لا تعلمون -

بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی اور بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے - اور اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے -

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"و من لم یجد الشھود فاعلموا انہ یحب اشاعتہ الفاحشہ لا یمکنہ اقامہ الحد - فعذبوہ بحد القذف و ھو فی حکم اللہ من الکاذبین او جب علیہ حد المفترین و ان کان صادقا فی الواقع"

اور جو شخص چار گواہ نہ پائے (پھر بھی کسی شخص پر زنا کا الزام لگاتا رہے) تو جان لو کہ وہ فحاشی پھیلانا چاہتا ہے - حد کو قائم کرنا تو ممکن نہیں - تو اسے سزا دو قذف کی سزا - وہ شریعت الہی میں جھوٹا ہے یہاں تک کہ اس نے اپنے اوپر واجب کیا ہے کہ اس پر مفترین کی حد قائم کی جائے اگرچہ درحقیقت وہ سچا ہی کیوں نہ ہو- یعنی اس نے ملزم کو اپنی آنکھوں سے زنا کرتے دیکھا ہو-

اس قسم کے لوگوں کے لئے اللہ تعالی نے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب کی خبر دی ہے اسلامی شریعت کی حکمرانی ہو تو قاذف کو اسی کوڑوں کی سزا دی جاتی ہے اور مفسرین نے دنیا کی دردناک عذاب کو اس سے تعبیر کیا ہے لیکن جہاں شریعت کی حکمرانی نہ ہو وہاں اس قسم کے لوگ کوڑوں کی سزا سے تو بچ سکتے ہیں لیکن کسی دوسری قسم کی دردناک سزا میں ان کا ابتلاء ہونا یقینی ہے اس لئے کہ قرآن نے ان کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب الیم کی خبر دی ہے -

پاکستان کے اخبارات میں آئے دن لڑکوں اور لڑکیوں کی آبروریزی اور اغوا کی خبریں آتی ہیں ظاہر ہے کہ مجرموں کو عبرتناک سزا تو دی نہیں جاتی اور اگر تھوڑی بہت سزا ہو بھی جاتی ہے تو اخبارات اس کا ذکر نہیں کرتے - کیا قرآن کی مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کی روشنی میں ہمارے اخبارات (الا ماشاء اللہ) فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کا گھناؤنا کاروبار نہیں کرتے اور کیا ایسی خبریں چھاپنے سے متاثرہ خاندانوں کی مزید بے عزتی نہیں کی جاتی -

ایگل

ایک عالمگیر
قلم

خوشخط
رواں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
اریڈیم ٹپڈ
نب کے
ساتھ،

ہر
جگہ
دستیاب

آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لیٹڈ

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آرام

الحاج اقبال احمد خان صاحب
الامارات العربیہ المتحدہ

بوسنیا کے مصیبت زدہ بچے

سربی فوج کے مظالم اب بھی جاری ہیں، عالم اسلام یورپ اقوام متحدہ زبانی جمع خرچ کے علاوہ کچھ نہیں کر رہا، سرب مظالم کے بارے میں اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال کی مرتب کردہ رپورٹ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ رپورٹ امریکہ، ناروے اور ترکی کے ماہرین نے مرتب کی ہے۔

لڑائی کی تباہ کاریاں شکستہ اور تباہ شدہ عمارتوں سے تو واضح ہیں لیکن نفسیاتی اور غیر مرئی تباہی کہیں زیادہ رہی جس سے مسلمانوں کے تقریباً ۸۵ ہزار بچے متاثر ہوئے ان ۸۵ ہزار بچوں پر جنگ کے اثرات کا اندازہ لگانے کے لیے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال نے امریکہ، ناروے اور ترکی کے ماہرین کو زحمت دی جنہوں نے بچوں کی حالت کے بارے میں بڑی ہولناک رپورٹ دی ہے۔ مبصرین کے درمیان اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ جیسا خون خرابہ اس جنگ کے دوران دیکھنے میں آیا اس سے قبل ایسی مثال نہیں ملتی۔ یونیسف کے مسٹر سٹیفن بی سٹوڑا اس گروہ میں شامل تھے جس نے سراجیو کا دورہ کیا وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس سے پہلے اتنے ہولناک مناظر نہیں دیکھے مسٹر سٹیفن نے کہا کہ میں ویت نام، کمبوڈیا، لبنان اور افغانستان جیسے جنگ زدہ علاقوں کا دورہ کر چکا ہوں مگر جو کچھ میں نے سابق یوگوسلاویہ میں دیکھا وہ میری نگاہوں سے پہلے کبھی نہیں گزرا۔

میں اور میرے رفقاء کار نے خواتین اور بچوں کے خلاف اتنی جارحیت کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ سراجیو کا دورہ کرنے والے وفد میں ہاورڈ میڈیکل سکول کے پروفیسر بیری برازلٹن بھی شامل تھے جنہوں نے اپنے ایک مضمون میں ایک ایسے پانچ سالہ بچے کا احوال بیان کیا ہے جو زغرب کے قریب ایک کیمپ میں تمام دن خیالی مکھیاں اڑاتا رہتا ہے اس پانچ سالہ بچے کو اس کمرے میں رہنے پر مجبور کیا گیا تھا جہاں اس کے بڑے بھائی اور حاملہ بھاوج کی نعشیں رکھی گئی تھیں لیکن سٹیفن بی سٹوڑا کہتے ہیں کہ یہ پانچ سالہ بچہ ان بچوں سے پھر بھی بہتر ہے جن پر سکتے کا عالم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ذرا اس بچے کی آنکھوں کا تصور کیجئے جو آپ کو دیکھتا ہے اور آپ اس کا حال پوچھتے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ وہ شہر سے باہر جانا پسند کرے گا اور وہ کوئی جواب دینے کی بجائے اس پہاڑ کی جانب دیکھتا رہتا ہے جہاں سے گولیاں چلائی جاتی ہیں یہ منظر دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جب بچے اپنے خوف کا اظہار کرنا بند کر دیں تو بچوں کے ڈاکٹر ایسی صورت حال کو "خاموش دہشت" کا نام دیتے ہیں۔ یونیسف

(بقیہ صفحہ ۵۹ پر)

حافظ محمد ابراہیم فانی ۔ مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا میاں حکمت شاہ صاحب کاکاخیل رحمہ اللہ

گھر پر تدریس دستار بندی ہونے کے بعد احقر کے پاس کافی دنوں تک اسباق پڑھنے کے لئے چند طلبہ رہے ۔ کوئی نورالانوار پڑھتا رہا ۔ کوئی اصول شاشی اور کسی کو قطبی و میر قطبی پڑھاتا رہا۔

جستجوئے تدریس فراغت کے بعد حالت افلاس سے تنگ آکر ایسی تدریس کی تلاش پر مجبور ہوا کہ جس میں کفاف یعنی قوت لایموت کی صورت بھی ہو جائے ۔ بالآخر مدرسہ نصرۃ الاسلام کے سابق مہتمم حاجی میاں عارف گل صاحب نے مدرسہ ہذا میں تدریس کے لئے حکم دیا۔ ایسی نازک حالت میں گھر پر تدریس ملنا یہ خدا کا بڑا احسان اور فضل عظیم تھا ۔ کچھ مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بعد ازیں مدرسہ تعلیم القرآن (جھکنی) کے سیکرٹری صاحب نے بندہ کو پندرہ روپے ماہوار مشاہرہ پر زیارت سے جھکنی بلایا ۔ اس وقت پندرہ روپیہ ایک معقول مشاہرہ ہوا کرتا تھا ۔ چنانچہ میں ان کی دعوت قبول کر کے جھکنی پہنچا اور وہاں مدرسہ تعلیم القرآن میں جو مسجد میاں عمر صاحب میں واقع تھا، درس نظامی کی ابتدائی اور درمیانی کتابیں پڑھانا شروع کیں ۔

مولانا مدنی صاحبؒ و مفتی کفایت اللہ صاحب کا دورہ پشاور ان دنوں حکومت سرحد نے اتفاق کے سلسلے میں مولانا سید حسین احمد صاحب مہاجر مدنی اور مولانا کفایت اللہ صاحب مفتی ہند کو پشاور تشریف لانے کی دعوت دے کر اہل سرحد کو ان کی ملاقات سے سرفراز ہونے کا موقع دیا ۔ چنانچہ ان حضرات کے تشریف لانے پر دور دراز جگہوں سے متعلقین و محبین حاضر خدمت ہوئے، احقر بھی زیارت و ملاقات کے لئے جا پہنچا ۔ آپ حضرت مولانا سید محمد ایوب صاحب پشاوری کے پاس شہر سے ہوئے تھے ۔ ۲۴ گھنٹے وہاں قیام رہا ۔ اس دوران میں بھی ان کے ساتھ رہا۔ جب رخصت ہونے کا وقت آیا تو حضرت مولانا نے عربی شعر فرمایا ۔

سرکاری ملازمت کی تلاش مدرسہ تعلیم القرآن کے بعض ممبران کے ساتھ اختلافات کی بناء پر میں مدرسہ سے الگ ہوگیا اور کسی دوسری جگہ ملازمت کی تلاش کرنے لگا چنانچہ میاں جعفرشاہ صاحب ممبر کونسل کی سفارش سے لوئر مڈل سکول کوٹلی میں تقرری ہوئی۔ یہاں آکر چند روز میں میری صحت خراب ہوگئی۔ چنانچہ یہاں سے تبدیلی کی خواہش پیدا ہوئی۔ خدا کے فضل وکرم سے کچھ روز بعد حکم آیا کہ تم یہاں سے جاکر مدرسہ اضاخیل بالا میں چارج لے کر کام کرو۔ چنانچہ ۶ جون ۱۹۳۹ء کو وہاں جاکر چارج لیا۔

نوشہرہ ہائی سکول اضاخیل بالا کے پرائمری مدرسہ میں چار ماہ گذارے، جس کے بعد میاں احمد شاہ صاحب کاکاخیل نے اسلامیہ ہائی سکول نوشہرہ میں عربی ٹیچری کے لئے بلالیا۔ چنانچہ احقر نے ۱ شعبان ۱۳۵۸ھ میں نوشہرہ ہائی سکول میں آکر کام شروع کیا۔

بعد فراغت سفر دیوبند ایک یا ڈیڑھ سال تک ہر قسم کی سوسائٹی میں بیٹھتا رہا اچانک خدا تعالیٰ نے فضل کیا کہ جب دوسرے سال کی تعطیلات موسم گرما ہوئیں تو احقر گھر آیا۔ وہاں ایک روز مولانا میاں گل صاحب سے ملاقات نصیب ہوئی انہوں نے اکابر دیوبند کے قصے بیان کیے، ان کا احقر پر یہ اثر ہوا کہ فوراً دیوبند جانے کا شوق پیدا ہوا اور دل میں ٹھان لیا کہ اس سال تعطیلات دیوبند میں گذارنی ہیں اور مولانا مدنی کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ چنانچہ اسی روز شام کو روانہ ہوا اور دوسرے روز دیوبند پہنچا۔ حضرت مولانا مدنی صاحب مدظلہ اور مولانا نافع صاحب اور دیگر اساتذہ کی زیارت ہوگئی۔ ایک ہفتہ کے لئے دہلی بھی چلا گیا، وہاں ہفتہ گذار کر واپس دیوبند آیا۔

بیعت ثانیہ دیوبند کو اس دفعہ آنے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے بیعت ہو کر اصلاح نفس کا انتظام کیا جائے۔ چند یوم بعد اُن کی خدمت درخواست بیعت کی جرأت کی۔ انہوں نے تین بار استخارہ کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ میں نے تین بار استخارہ کیا اور اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر یہی خیال ظاہر کیا تو انہوں نے مغرب کی نماز کے بعد دو اور ساتھیوں سمیت بٹھا کر بیعت فرمائی۔ یہ سولہ رجب ۱۳۶۰ھ کی بات ہے، انہوں نے والدین اور خویش اقارب کی خدمت کرنے کے متعلق نصیحت فرمائی۔ تسبیحات سنتہ، روزانہ دو دفعہ صبح ومغرب سوسو بار پڑھنے اور ایک گھنٹہ روز پاس انفاس کرنے کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد دیوبند میں بیس (۲۰) روز قیام کرکے وطن چلا آیا۔ اس بیعت کی برکت سے روز بروز خدا کے فضل سے حالت

درست ہونے لگے۔

مڈل سکول زیارت میں تبدیلی

نظام پور کی آب و ہوا اور دیگر ماحول ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے اور وہاں ہر وقت بیمار رہنے کی وجہ سے احقر نے تبدیلی کی کوشش کی چنانچہ میرا تبادلہ زیارت کاکا صاحب کے مڈل سکول میں ہوگیا۔

مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم کی آمد

جن دنوں میں احقر زیارت کاکا صاحبؒ کے سرکاری سکول میں پڑھاتا تھا ان دنوں جناب مولانا ظہور احمد صاحب بگوی۔ مولوی سیاح الدین صاحب جو ان کے مدرسے میں پڑھایا کرتے تھے۔ ان کی ملاقات کے لئے زیارت کاکا صاحبؒ میں تشریف لائے تھے ان کے ملنے کے لئے زیارت کے لوگ مولانا سیاح الدین کے مکان پر جمع ہوئے۔ لوگوں نے مولانا ظہور احمد صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ رات کو مسجد کلاں میں تقریر فرمادیں تاکہ آپ کے ارشادات سے ہم لوگ مستفیذ ہو جائیں۔ مولانا مرحوم نے ان کی درخواست خوشی سے منظور کی۔ رات کو مسجد کلاں میں تقریر کا اعلان ہوگیا۔ بعد نماز عشاء جب لوگوں کا اجتماع ہوا تو آپ نے حفاظت قرآن و اسلام کے موضوع پر بیان کیا۔ بیان کے بعد صبح حضرت مولانا محمد عبدالخالق نافع صاحب نے چونکہ ان کو اپنے مکان فیض نشان پر چائے وغیرہ کے لئے مدعو فرمایا تھا۔ اس لئے صبح ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد تقریباً ۹ بجے کے وقت آپ زیارت سے روانہ ہوئے تو آپ نے میری ایک درخواست (جو تدریس علوم عربی کے بارے میں احقر نے ان کو پیش کی تھی)، کے جواب میں یہ فقرہ فرمایا کہ تم کو ایسی جگہ ملازمت منظور ہے، جہاں بولنا نہ پڑے۔ میں نے کہا نہیں حضرت ایسے مدرسے میں جہاں مجھے تقریر کرنا نہ پڑے۔ اس پر وہ ہنس کر روانہ ہوگئے۔

تدریس علوم عربی کی تلاش اور سفر بھیرہ (پنجاب)

تعطیلات موسم گرما گذر رہی تھیں۔ عیدالفطر کا دوسرا دن تھا کہ حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم کی طرف سے مولانا سیاح الدین صاحب کے پاس خط آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ مولوی حکمت شاہ کو جلد از جلد بھیج دو کہ اس کے لئے عربی مدارس میں کہیں کوشش کی جائے۔ جب مولانا سیاح الدین صاحب نے یہ خط مجھے سنایا۔ تو اسی وقت بھیرہ جانے کی تیاری کی اور اسی روز شام کے وقت گھر سے روانہ ہوکر دوسرے روز بارہ بجے بھیرہ پہنچا۔ اور مولانا مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ اس روز تو میرے ساتھ ملازمت کے متعلق کوئی خاص بات نہ کی پھر دوسرے روز مجھے فرمانے لگے کہ یہاں سے کچھ فاصلے پر موضع للہ واقعہ ہے وہاں ایک صاحبزادہ صاحب ہیں۔ ان کو اپنے مدرسے کے لئے مدرس کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں آپ کو وہاں جاکر کام شروع کرنا بہتر ہوگا اگر وہ جگہ پسند ہوئی تو کام شروع کرے اور مجھے آکر بتادیں۔ اس مشورے پر عمل درآمد کرتا ہوا احقر وہاں سے

روانہ ہو کر شام کو آٹھ بجے لُلّہ پہنچا نماز عشاء کے بعد صاحبزادہ مقبول الرسول صاحب گھر سے تشریف لائے۔ ان کی بیٹھک میں ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میری تعلیم کے متعلق دریافت کیا اور میں نے مناسب جواب دیا۔ بعد میں احقر نے مہمان خانے میں رات گزاری اور صبح کو اٹھ کر مدرسہ دیکھا۔

لُلّہ شہر میں تدریس علوم احقر کا وہ سوال جو تدریس کے بارے میں خدا سے کیا کرتا تھا وہ خداوند تعالیٰ نے منظور فرمایا۔ اور میں نے لُلّہ کے مدرسہ مقبولیہ میں بیٹھ کر پڑھانا شروع کیا پانچ چھ طالب علم موجود تھے۔ جن میں سے دو جناب صاحبزادہ صاحب کے بیٹے تھے باقی شہر لُلّہ سے آتے تھے صاحبزادہ صاحب کے برخوردار مطلوب الرسول کو نور الایضاح شرح مائۃ عامل اور مفید الطالبین وکبریٰ چار کتابیں بڑی جانفشانی کے ساتھ پڑھانے لگا اوروں کو اور کتابیں فقہ وغیرہ کی شروع کیں۔ بیس پچیس روز کے بعد مولانا نور احمد صاحب مرحوم خبر گیری کے لئے لُلّہ شہر تشریف لاتے۔ مجھ سے اپنے احوال پوچھے اور صاحبزادہ صاحب سے میرے کام کے متعلق دریافت کیا اور انہوں نے میرے کام کے بارے میں تسلی بخش جواب دیا۔ پھر چونکہ تقرر تنخواہ کا مسئلہ باقی تھا اس کے متعلق پرائیویٹ طور پر صاحبزادہ صاحب سے گفتگو فرمائی اور فی الحال کے لئے مبلغ تیس (۳۰) روپے پر فیصلہ ہو گیا۔ مگر یہاں بھی ارباب مدرسہ کے ساتھ کچھ اختلافات پیدا ہوئے اور شیخ محمد رفیق نے میرے لئے مدرسہ انوریہ لدھیانہ میں تدریس کی کوشش شروع کی۔

مدرسہ انوریہ عربی لدھیانہ میں تدریس چنانچہ جب شیخ محمد رفیق صاحب نے لدھیانہ آکر میرے لئے کوشش کی تو کامیاب ہونے پر مجھے خط لکھا کہ مدرسہ انوریہ میں تمہارے لئے کوشش کی گئی اس لئے آپ پہنچ کر کام شروع کریں اس خط کے دیکھنے پر بڑا خوش ہوا اور استعفار لکھ کر جناب صاحبزادہ صاحب کی عدم موجودگی میں ان کے بعض متعلقین کو چھوڑ کر جلدی پہنچنا مناسب سمجھتا ہوا فوراً لُلّہ سے لدھیانہ کی طرف روانہ ہو گیا اور دوسرے روز لدھیانہ پہنچ کر شیخ صاحب اور دیگر اراکین مدرسہ سے ملا، اور بمورخہ بیس ۲۰ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ مطابق ۴ جنوری ۱۹۴۵ء مدرسہ انوریہ میں کام شروع کیا۔ تنخواہ فی الحال وہی مبلغ تیس ۳۰ روپے مقرر ہو گئے تھے اور بعد میں ماہ رجب ۱۳۶۴ھ میں مبلغ ۴۰ روپے ہو گئی نور الانوار۔ شرح جامی ہدایہ اولین، مختصر المعانی۔ منطق کے رسائل میرے پاس شروع ہو گئے رہائش کے واسطے مدرسہ کے اندر کمرہ ملا، خورد و نوش وغیرہ کا انتظام بھی وہیں کیا گیا۔

دیوبند جانا بعد فراغت بار دوم لدھیانے میں کچھ دن کام کرنے کے بعد یہ خیال آیا کہ دیوبند یہاں سے نزدیک ہے اس لئے دیوبند جانا چاہیئے اور حضرت مولانا مدنی سے ملاقات کرنی چاہیئے چنانچہ ۹ صفر المظفر ۱۳۶۴ھ کو رات کے ایک بجہ پر مع بھائی علی محمد صاحب و بابو عبدالغنی صاحب

گاڑی میں سوار ہو کر صبح سات بجے دیوبند پہنچے مولانا کے مکان میں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مدنی صاحب مدظلہ صوبہ بہار کو تشریف لے گئے یہ خبر سن کر بھائی صاحبان دونوں اسی روز واپس لدھیانہ آ گئے اور احقر نے خیال کیا کہ پانچ چھ روز ٹھہرنا بہتر ہے۔ شاید ان دنوں مولانا سفر سے واپس ہو جائیں اور ملاقات ہو جائے، چنانچہ احقر مولانا نافع صاحب کے پاس ٹھہر گیا۔ دو روز بعد ۲۶ جنوری ۱۹۴۵ء کو حضرت مولانا سفر سے واپس ہوئے اور ملاقات نصیب ہو گئی فالحمد للہ علی ذالک، یہ روز جس میں حضرت تشریف لائے تھے یوم آزادی کے منانے کا تھا اس لئے سب نے کہا کہ یوم آزادی منایا جاتے، چنانچہ اپنے مکان سے باہر ایک چبوترہ پر آپ نے سب طلبہ کے ساتھ کھڑے ہو کر جمعیۃ العلماء اور کانگریس کا جھنڈا لہرا کر حسب دستور سابق یوم آزادی منایا۔ اس کے بعد جب اسباق پڑھانے لگے تو احقر ترمذی و بخاری شریف سننے کے لئے دو تین روز وہاں ٹھہرا رہا۔ حضرت مولانا کی خدمت میں اسباق عنایت فرمانے کے لئے درخواست دی تو فرمایا کہ پہلے پاس انفاس کو جاری ہونے دو۔ اس کے بعد سند حدیث طلبہ کی جو عنایت ہو گئی۔ سلاسل طیبہ بھی انہی دنوں میں قاری اصغر علی صاحب نے عطا فرمایا۔ اس طرح پانچ چھ روز بعد دیوبند سے واپس آیا تو طالب علموں کا سہ ماہی امتحان لیا۔

تبلیغی کانفرنس لدھیانہ میں شمولیت

امتحان لے کر طالب علموں کو نتیجہ امتحان سنا دیا گیا اس کے بعد دو ہفتے کی رخصت لے کر گھر چلا گیا۔ کیونکہ جب سے للہ کی طرف گیا تھا اس وقت سے اب تک گھر نہیں گیا تھا۔ اس لئے مناسب تھا کہ گھر جا کر اہل و عیال کی خبر گیری کی جاتے۔ پندرہ روز گھر گذار کر لدھیانہ واپس ہوا، یہاں پہنچا تو میلہ روشنی میں تبلیغی کانفرنس کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب صدر مہتمم مدرسہ انوریہ لدھیانہ کا خیال تھا کہ اس میلہ پہ لوگ زیادہ جمع ہوتے ہیں۔ فضول آتے ہیں اور فضول چلے جاتے ہیں، میلے کے مقام پر ہی ان کے لئے تبلیغ احکام کا انتظام کرنا چاہیئے۔ سو چند یوم میں انتظام خیموں اور قنقتوں وغیرہ کا مکمل کر دیا۔ دس ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ بمطابق ۱۹۴۵ء کو کانفرنس منعقد ہوئی۔ بڑے بڑے علماء کو مدعو کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان میں سے مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند مولانا عبدالحق صاحب مدنی صدر مدرس دارالعلوم مراد آباد۔ مولانا غلام غوث صاحب احراری ہزاروی مولانا خیر محمد صاحب و محمد علی صاحب جالندھری۔ مولانا بہار الحق صاحب قاسمی امرتسری، مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان جو شب و روز مرزائیت کی بیخ کنی میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ حضرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولوی یحییٰ صاحب نے مجھے مجبور کیا کہ سب سے پہلے تم تقریر کرو۔ میں نے بہت کہا کہ میں اس وقت تقریر کے لئے تیار نہیں۔ مگر میری ایک بھی نہیں سنی گئی۔ آخر کار مجھے کھڑا ہونا پڑا۔ تقریر تو اس سے پہلے میں نے بھیرہ میں بھی کی تھی۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ پنجاب کے لوگ خصوصاً اور دیگر ممالک کے لوگ عموماً بیان مسائل پر اکتفاء نہیں کیا کرتے جب

تک خوش الحانی کے ساتھ ان کو مزے دار اشعار وغیرہ نہ سنائے جائیں ۔ اس لئے یہ خوف دل میں موجود تھا کہ میری تقریر لوگ نہیں سنیں گے بلکہ اُٹھ کر چلنے لگیں گے ۔ مگر خدا کی شان دیکھئے کہ میں نے اپنی سادہ تقریر شروع کی عبادت کی حقیقت اور انواع پر روشنی ڈالنے لگا لوگ میری تقریر شوق سے سن رہے تھے ۔ مجمع پر خاموشی طاری تھی ۔ میری تقریر ختم ہوئی تو مولوی محمد حیات صاحب سٹیج پر بلائے گئے اور انہوں نے حاضرین کے سامنے قادیانیت کی خباثتیں اور مرزائیت کی شرارتیں خوب کھول کر بیان کیں اور عوام کے سامنے کفر مرزا کو روز روشن کی طرح واضح کر دیا یہاں تک صاحب تذکرہ کے احوال ان کی خود نوشت غیر مطبوعہ کتاب احوال فقیر سے لئے گئے ۔ اور ان کی یہ خود نوشت ۱۹۴۵ء تک کے احوال پر محیط ہے ۔

انتخابات کی تیاری اس کے بعد آپ لدھیانہ سے اپنے وطن تشریف لائے ۔ اور حضرت شیخ الاسلام والمسلمین مولانا سید حسین احمد مدنی کے حسب ارشاد انتخابات کی تیاری میں مصروف رہے ۔ اور جمعیۃ العلماء ہند اور کانگریس کے امیدواروں کے حق میں بھرپور انتخابی مہم چلائی ۔

سرکاری مدارس میں تدریس انتخابات سے فراغت کے بعد ۱۹۴۶ء میں سرکاری مدارس میں تدریس شروع کی ۔ پہلے چارسدہ میں اور اس کے بعد ضلع صوابی پھر تھانہ مالاکنڈ ایجنسی اس کے بعد اکوڑہ خٹک تشریف لائے ۔ ان تمام مواضعات کے مدارس میں آپ عربی پڑھاتے رہے ۔ اس کے بعد جمرود خیبر ایجنسی یہاں سے نوشہرہ اور ۱۹۶۵ء میں آپ اپنے گاؤں کے مدرسہ کو منتقل ہوئے ۔ یہاں پر آپ سرکاری مدرسہ میں تدریس کے ساتھ ساتھ طلباء کو فقہ وادب اور دیگر کتابوں کے درس دیتے رہے ۔

وفات کافی عرصہ سے آپ کو مختلف بیماریوں کی شکایت رہی ۔ بالآخر ۱۳/شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۷۸ء بروز اتوار بوقت ۹/بجے صبح آپ نے جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی ۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اولاد آپ کی نرینہ اولاد میں دو لڑکے ہیں ۔ بڑے لڑکے کا نام امداد اللہ ہے جو کہ آجکل سکول میں مدرس ہیں ۔ اور دوسرے کا نام محمد سعد اللہ ایم ۔ اے اسلامیات ۔

تصنیفات و تالیف مولانا موصوف ایک کثیر التصانیف والتالیفات بزرگ تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ مطالعہ و کتب بینی کا اعلیٰ اور ستھرہ ذوق عطا فرمایا تھا ۔ اس لئے وسائل کے محدود ہونے کے باوجود آپ نے ہمت نہیں ہاری ۔ اور گوناگوں مصائب و آلام اور فقر و مسکنت کے باوصف حتی المقدور تصنیف و تالیف میں مشغول و مصروف رہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی تالیف کردہ چند کتابیں منصۂ شہود پر آگئی ہیں ۔ اور درجن سے زیادہ کتابیں غیر مطبوعہ شکل میں ان کے لڑکوں کے پاس محفوظ ہیں ۔ ذیل میں ہم ان تالیفات و تصنیفات مطبوعہ و غیر مطبوعہ کی فہرست دے رہے ہیں ۔

المرآة لکشف معانی المقامات (اُردو مطبوعہ)

من افاضات شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی امجر
من تالیفات۔ ابوالامداد میاں حکمت شاہ کاکاخیل فاضل دیوبند۔

ناشر: انوارالاشاعت پشاور۔ صفحات ۲۹۶

سرورق پر کتاب کا تعارف مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ کیا گیا ہے

اس کتاب کا اجمالی تعارف تو مضمون میں پہلے گزر چکا ہے۔ البتہ مؤلف نے سبب تالیف کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔ "حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ تمام علوم اور خصوصاً عربی علم ادب میں جو اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ اس سے کسی فرد بشر کو انکار نہیں ہو سکتا۔ دارالعلوم دیوبند میں احقر کی طالب علمی کے زمانہ میں ایک سال حسن اتفاق سے آپ مقامات حریری پڑھانے لگے۔ جس میں بے شمار طلبہ شریک ہو گئے۔ ان میں میرے مہربان دوست مولوی خلیل الرحمان ہزاروی اور مولوی خادم محمد صاحب زیارتی بھی شریک تھے۔ جو حضرت کی تقریر بڑی دلچسپی سے لکھتے تھے۔ سال کے اخیر میں جب اس کتاب کی پڑھائی ختم ہوئی۔ تو ہر دو صاحبان نے میری گذارش پر اپنی تمام لکھی ہوئی کاپیاں میرے حوالے کیں۔ میں نے کمال احتیاط کے ساتھ ان کاپیوں سے حضرت کے ملفوظات ایک قلمی کتاب کی صورت میں جمع کیے۔ اور سالہا سال تک یہ بیش بہا خزانہ میرے پاس یونہی پڑا رہا۔ کہ اب سے تین سال قبل دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم اور کئی دوسرے احباب نے مجھے بار بار توجہ دلائی۔ کہ حضرت کے ملفوظات کا یہ انمول ذخیرہ چھپوا کر ان کا فیض عام کیا جاتے۔ ان احبائے کرام کے حکم کی تعمیل کے طور پر تین سال کا کافی عرصہ اس پر صرف کیا گیا۔ کہ شیخ الادب کے یہ زرین ملفوظات باقاعدہ ایک شرح مقامات کی شکل میں پیش کیے جائیں۔ چنانچہ بحمد اللہ اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوئی۔ اور اس مقصد کی تمام مشکل عبارات کنایات، ارشادات اور قصہ طلب مضامین مشرح کیے گئے۔ کوئی ابہام یا اجمال تشریح کیے بغیر نہیں رہا۔ جن الفاظ کی تشریح حضرت شیخ الادب سے احقر کو نہ پہنچ سکی۔ ان کیلئے بسا اوقات، حضرت شیخ التفسیر مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی مدظلہ کے حواشی سے مدد لی گئی۔ اور بعض اوقات حضرت مفتی محمد شفیع کے ان افاضات سے فائدہ اٹھایا۔ جو احقر نے مقامات پڑھتے وقت ان سے قلمبند کیے تھے۔ اس لئے یہ شرح دوسرے تمام شروح سے اعلیٰ ترین رہے گی۔ اس لئے کہ یہ شرح حضرت شیخ الادب اس تقریر کا آئینہ دار ہے جس میں آپ نے علم ادب کے تمام حقائق ودقائق مفصل طور پر بیان فرمائے ہیں۔ مقامات میں جا بجا جس قدر صنائع وبدائع حریری نے ذکر کیے ہیں۔ حضرت نے ہر ایک پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ الخ

المہمات شرح المعلقات، پشتو مطبوعہ

تالیف: ابوالامداد میاں حکمت شاہ کاکاخیل۔

ناشر: مذہبی کتب خانہ پشاور

سن طباعت: ۱۹۷۶ء۔ صفحات ۲۳۸۔

یہ کتاب عربی ادب کی مشہور و متداول کتاب سبع المعلقات کی آسان عام فہم اور پشتو زبان میں دلنشین شرح ہے۔ مؤلف نے انتہائی عرق ریزی اور محنت شاقہ کے ساتھ یہ شرح مرتب کی ہے اور اس عظیم الشان علمی اور ادبی خدمت پر آپ بجا طور پر داد و تحسین کے مستحق ہیں۔

فرحۃ الوطن شرح نفحۃ الیمن ، پشتو مطبوعہ

تالیف: ابوالامداد میاں حکمت شاہ کاکاخیل
ناشر: مذہبی کتب خانہ پشاور۔

سن طباعت: ۱۹۷۶ء صفحات ۲۸۳

عربی ادب کی کتاب نفحۃ الیمن جو کبھی درس نظامی میں پڑھائی جاتی تھی اس کتاب میں اس کی پشتو زبان میں تشریح کی گئی ہے۔ اس کتاب کے سبب تالیف میں مؤلف علامہ رقمطراز ہیں۔ کہ علم ادب علم تفسیر و حدیث اور فقہ کے بعد اشرف اور اہم علم ہے۔ لیکن ہمارے صوبہ سرحد کے طلبہ اس علم کو بس توجہ نہیں دیتے۔ اس لئے میں ایک مدت سے اس کوشش میں ہوں۔ کہ اپنے وطن کے طلبہ کے لئے علم ادب کو آسان اور عام فہم انداز میں پیش کروں۔ اسی غرض سے میں نے پہلے سبع المعلقات کی شرح پشتو زبان میں لکھی۔ اور اب نفحۃ الیمن کی تشریح پیش خدمت ہے

معارف الحقائق عربی مطبوعہ صفحات ۲۵۴

تالیف: ابوالامداد میاں حکمت شاہ کاکاخیل فاضل دیوبند
ناشر: مذہبی کتب خانہ پشاور۔

یہ کتاب گویا ایک علمی اور ادبی کشکول ہے۔ جو کہ مؤلف نے بہت ہی سلیقہ سے دوران مطالعہ بعض نادر و نایاب کتب سے ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں آپ لکھتے ہیں "کہ جب راقم اپنے گاؤں کے مدرسہ میں تدریس پر مامور ہوا۔ تو گویا یہ موقع میرے لئے غنیمت تھا۔ میں نے حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع کے عظیم الشان کتب خانہ سے استفادہ کیا۔ اور اسی طرح ان کے دونوں فاضل صاحبزادوں مولانا محمد عبداللہ صاحب کاکاخیل اور جناب مولانا محمد یوسف کاکاخیل نے راقم کو کچھ کتابیں عاریۃً دیدیں۔ اس علمی خزانہ سے راقم نے انتخاب کر کے صاحبان ذوق اور طلبہ کی علمی استعداد کو بڑھانے کے لئے ایک مجموعہ تیار کیا۔"

تفریح الاذهان فی تشریح الدیوان غیر مطبوعہ پشتو

۲۸۴ صفحات (فل سکیپ) پر مشتمل یہ ضخیم غیر مطبوعہ کتاب عربی ادب اور درس نظامی کی مشہور و متداول کتاب دیوان متنبی کی شرح ہے۔

فوائد الثقات فی مطالب المشکوٰۃ غیر مطبوعہ یہ کتاب ۴۲۰ صفحات پر محیط ہے اور اس میں مشکوٰۃ شریف کے مشکل مقامات اور ادق مسائل کی تشریح کی گئی ہے۔ اس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

تقریر مقامات حریری از افاضات شیخ الادب مسمّٰی بحکمۃ الادب غیر مطبوعہ یہ حضرت شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی صاحبؒ کے افادات کا مجموعہ ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی یہ کتابیں غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں۔

۱۔ فوائد الاعلام فی المسائل والاحکام (عربی)

۲۔ لباب الفتوح (۲۰ صفحے) انتخاب فتوح الیلاق۔

۳۔ ذخیرۃ النفائس مختلف رسائل اور کتب سے عمدہ مضامین کا انتخاب۔

۴۔ عہد نامہ (فارسی) مختلف مسائل کا مجموعہ۔

۵۔ تاریخ زیارت کاکا صاحب صفحات ۱۳۱

۶۔ احوال الفقیر و ذکر المشاہیر۔

۷۔ قواعد عربی جدید۔ سکول کے طلبہ کے لئے صفحات ۱۸۲۔

۸۔ بیاض الحکمۃ۔ (عربی) صفحات ۷۰۰۔ روزمرہ کی خاص خاص خبریں طلبہ کے لئے۔

۹۔ فوائد الحکمۃ (طب) صفحات ۶۲۰۔

۱۰۔ خزانہ طاقت (ادویہ و نسخہ جات)

۱۱۔ گلدستہ حکمت طب اُردو میں صفحات ۲۳۲

۱۲۔ الخاصیات (ادویات کے خواص)

۱۳۔ ذخیرہ نافعہ طب صفحات ۱۶۰

۱۴۔ کنز الادویہ۔ جلد اوّل و دوم۔ دونوں جلدوں کے چار چار سو صفحات ہیں تحریر ۱۹۴۹ء

۱۵۔ تحفہ بے نظیر۔ ادویات و علاج معالجہ۔ صفحات ۳۰۰ تحریر ۱۹۵۱ء

۱۶۔ حقیقت پاکستان۔ صفحات ۳۰ تحریر ۱۹۴۵ء

۱۷۔ آزادی وطن (تحصیل نوشہرہ کا پہلا دورہ یاگست، صفحات ۳۰۔ تحریر ۱۹۴۵ء

جناب عبدالماجد صاحب لیکچرر بائیالوجی

مذاہب عالم اور جملہ نظریات جدیدہ میں اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسان کی (بلا امتیاز دین و دنیا) تمام شعبہ ہائے حیات کے ساتھ سائنس کے میدان میں بھی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتا ہے اور دیتا رہے گا۔ یہ بات کیوں نہ ہو آخر اسلام کا منزل و معطی جس طرح تمام زمان و مکان سے ماورا ہے اسی طرح اس کا نازل کردہ دین بھی کسی خاص زمان و مکان کا پابند نہیں بلکہ ہر زمان و مکان کے لیے مکمل اور جامع ہے۔

اس سے پیشتر کہ راقم الحروف مذکورہ بالا عنوان کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر پیش کرے یہ ضروری ہے کہ سائنس کی رائے پیش کرے اور پھر مغربی ماہرین سائنس کی زبانی یہ علوم کیا جائے کہ ابھی تک سائنس نے زندگی کی ابتداء کے بارے میں جو نظریات پیش کئے ہیں کیا وہ عقلی و منطقی طور پر درست ہیں یا کچھ ایسی کڑیاں بھی ہیں جو کہ ابھی تک ماہرین سائنس کی نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ بعد ازاں ابتدائے حیات کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بیان کر دی جائیں اور سائنس اور اسلام کا عنوان بالا کے بارے میں تقابل کر دیا جائے تاکہ آغاز حیات کے بارے میں جو گم شدہ کڑیاں ہیں ان کے ڈھونڈ نکالنے سے اس کا نقطہ نظر عقل و نقل پر پورا اتر سکے آخر میں یہ بتا دیا جائے کہ سائنس کے اصل حقائق اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں بلکہ تضاد تو سائنس کی شکل میں لادینی نظریات سے ہے کیونکہ تخلیق کائنات اللہ کا فعل ہے جبکہ سائنس کائنات اور جو کچھ اس میں ہے ان کے بارے میں مشاہدات و تجربات کا نام ہے) اور قرآن خدا کا قول ہے اس لیے ایسی علیم و خبیر ہستی کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ [۱]

سائنس کی روشنی میں زندگی کی ابتداء

زندگی کی ابتداء کے بارے میں بہت سے نظریات پیش کئے گئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی نظریہ بھی مکمل طور پر مسئلہ مذکورہ کو حل نہیں کرتا ان نظریات میں چند اہم درج ذیل ہیں۔

---

[۱] ملاحظہ ہو ڈاکٹر رفیع الدین صاحب کی کتاب "قرآن اور علم جدید"

۱ ۔ ازخود اچانک پیدا ہو جانے کا نظریہ
اس کے مطابق ماضی بعید میں کوئی ایسا وقت ہو گذرا ہے جس کے دوران غیر ذی حیات مادہ سے اچانک ذی حیات چیز وجود میں آگئی ارکیو بائیوسس[۱] ارکیو گونی اسی نظریہ کی تشریح ہیں ۔ اسی طرح لے بائیو جینیس بھی اسی کی ایک شکل ہے ۔

۲ ۔ زندگی کی ہمیشگی کا نظریہ
اس کے مطابق زندگی ہمیشہ سے کائنات میں موجود ہے اور یہ کہ زمین پر زندگی کسی شہاب ثاقب یا کسی اور ذریعے سے کسی دوسرے ستارے سے پہنچ آئی ہے ۔ پان سپرمیا اور کوسموزوا بھی اسی نظریہ کی مختلف قسمیں ہیں جن کے مطابق حیات کے جیسے اس کائنات میں ہمیشہ سے موجود ہیں[۱]

۳ ۔ کیمیائی ارتقاء کا نظریہ
درج بالا دونوں نظریات تو بیسویں صدی کی سائنس نے خود غلط ثابت کر دیئے البتہ یہ نظریہ اس وقت سائنسدانوں کے اکثر حلقوں میں مقبول ہے اسکے مطابق تو

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب   موت کیا ہے انہی جزاء کا پریشان ہونا

کے مصداق کسی مافوق الفطرت طاقت کی مرضی اور ارادہ کے بغیر مادہ کے مختلف ذرات میں لاکھوں سالوں کے دوران آہستہ آہستہ کیمیائی تبدیلیاں آئیں ۔ سب سے پہلے غیر نامیاتی مرکبات بنے پھر نامیاتی مرکبات وجود میں آئے آخر میں نامیاتی مرکبات خصوصاً امائنو ایسڈز کے آپس میں جوڑ سے لاکھوں سال بعد ایک زندہ سیل وجود میں آگیا ۔

کائنات اور زندگی کی پیدائش
ماہرین فلکیات کے خیال کے مطابق یہ کائنات آج سے کوئی پندرہ سے بیس بلین سال پہلے وجود میں آئی ۔ وقت کا یہ اندازہ ستاروں کے جھرمٹوں کے ایک دوسرے سے دور ہٹنے کی رفتار سے معلوم کیا گیا ۔ شروع میں تمام سیارے اور ستارے ایک بڑے گولے کی شکل میں اکھٹے تھے لیکن وقت گذرنے کے ساتھ اس گولے کا اندرونی درجہ حرارت اور دباؤ اتنا بڑھا کہ وہ ایک بڑے دھماکے پر منتج ہوا اور موجودہ کائنات وجود میں آئی ۔

ایک نظریہ کے مطابق یہ گولا گرد اور گیسوں کا مجموعہ تھا جب وہ پھٹا تو اس نے مختلف گُرّوں (Nebulas) (Spheres) کی شکل اختیار کی ۔ ابتداً ہماری زمین بھی (ہمارے) سورج کا ایک ٹکڑا ہے جو کسی بڑے ستارے کی کشش سے ٹوٹ کر فضا میں گردش کرنے لگا تھا اس وقت زمین سورج کی مانند ایک مجسم شعلہ تھی (۴ سے ۵ ارب سال پہلے) پھر آہستہ آہستہ ٹھنڈی ہو کر منجمد (Solidify) ہوئی اس انجماد کے بعد ہی یہ امکان پیدا ہوا ہے کہ اس میں زندگی کا آغاز ہو (۲ سے ۳ ارب سال پہلے)[۲]

---

[۱] ملاحظہ ہو "Origin of Life" کا صفحہ 34

[۲] Science and Technology in Muslim World (Quartly Journal: 1980)

کیمیائی ارتقاء کے مطابق پہلی زندہ چیز کے بننے میں کروڑوں سال صرف ہوئے ہوں گے لیکن بنیادی کیمیائی تبدیلیاں فضا کے سازگار ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھیں۔ شروع میں زمین کی فضا میں کاربن مانو آکسائیڈ (CO) کاربن ڈائی آکسائیڈ (CO_2) امونیا (NH_3) اور ہائیڈروجن کے مرکبات بہت زیادہ مقدار میں موجود تھے مگر فری آکسیجن (Free O_2) موجود نہ تھی۔ بادو باراں، سورج کی حرارت، گرج چمک اور بنفشی شعاعوں (Ultraviolet radiations) کی کثرت نے کیمیائی تعاملات کے لیے حالات سازگار کر دیے چونکہ پانی کافی مقدار میں موجود تھا اس لیے کیمیائی تبدیلیوں کے نتیجے میں جو نامیاتی مرکبات بنے وہ پانی کے ساتھ مل کر گرم پتلے شوربے (dilute soup) میں تبدیل ہو گئے۔ مزید کیمیائی تبدیلیوں نے ان مرکبات کو آپس میں ملایا۔ مزید جوڑ توڑ (Floculation & disintegration) کے بعد ان مرکبات نے ایسے قطروں (droplets) کی شکل اختیار کی جن کے اردگرد بہت کمزور جھلی (Membrane) کی طرح ایک سطح بن گئی جنہیں اوپران (A.I. Oparin) نے کوزرویٹس کا نام دیا ہے۔ ان کوزرویٹس (Coazervates) نے چانس (Chance) سے نچلے درجہ کے جانداروں خلیوں (Prokaryotic cells) کو جنم دیا جو کہ مزید ارتقائی تبدیلیوں سے لاکھوں سال بعد پیچیدہ سیلز (Eukaryotic cells) میں تبدیل ہوئے۔ ان خلیوں سے پھر کثیر الخلیہ (Multicellular) نباتات اور حیوانات وجود میں آئے۔

چارلس ڈارون (Charles Darwin) کے خیال کے مطابق زندگی کی ابتداء سمندروں میں ہوئی جہاں مختلف قسم کے نمکیات وافر مقدار میں موجود تھے۔ ۱۹۴۷ء میں جے ڈی برنل (J.D. Bernel) نے کہا کہ سمندروں کی وسعت کی وجہ سے نامیاتی مرکبات ایک جگہ جمع ہو کر اتنے گاڑھے نہیں ہو سکتے جو کہ (Medium) بن سکیں جو کہ زندگی کی ابتداء کے لیے ناگزیر ہیں چنانچہ اس نے تجویز پیش کی کہ سمندروں کے قریب پائے جانے والے کم گہرے جوہڑوں کی مٹی ہی ایک ایسا مکمل میڈیم (Perfect medium) ہو سکتا ہے جہاں نامیاتی مرکبات زندگی کی ابتداء کر سکتے ہیں۔

خالق کے بغیر زندگی کی ابتداء اور تسلسل ناممکن ہے

سائنس کی بحث و تحقیق کا تعلق تمام تر فطرت کے ان واقعات و مشاہدات سے ہے جو ہمارے زیر تجربہ آسکیں لیکن جو چیزیں ہمارے احساس اور مشاہدہ کے دائرہ سے خارج ہیں سائنس کو ان کے انکار و اقرار سے کچھ بحث نہیں۔ پروفیسر لیبیرجو فرانس کا مشہور سائنسدان ہے لکھتا ہے۔

"کائنات کے آغاز و انجام (اور اسی طرح زندگی کی ابتداء) تک مشاہدے کی رسائی نہیں ہے اس لیے ہمارا مقصد یہ نہیں کہ کسی ازلی وابدی وجود کا انکار کریں جس طرح ہمارا یہ بھی کام نہیں کہ اس کو

ثابت کریں، ہمارا کام نفی اور اثبات دونوں سے الگ ہے۔"[1]

اسی طرح ایک اور ماہر سائنس اپنی نارسائیوں کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر کرتا ہے:۔

Life itself is mysterious and its Origin still remains shrouded in mystery.[2]

مشہور عالم علم الحیات پی۔ ایل ڈوانوے کائنات اور زندگی کی ابتداء کے بارے میں کئی سالوں تک سوچ بچار اور مطالعہ کے بعد آخر اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔

"ہم باصرار کہتے ہیں کہ کوئی نظریہ اب تک پیش نہیں کیا گیا جو کائنات میں تخلیق حیات یا قدرتی ارتقاء کی توجیہہ پیش کرتا ہو۔ جہاں تک تخلیق حیات کا تعلق ہے تو ہم چاروناچار یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ یا تو کسی مافوق الفطرت ہستی کی مداخلت کو تسلیم کریں جیسے سائنسدان خدا کہیں یا اینٹی چانس (Anti-Chance) یا ہم اعتراف کریں کہ چند میکانکی اشکال کے علاوہ ہم اس بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ یہ کوئی خوش اعتقادی کی بات نہیں ناقابل تردید حقیقت ہے۔"[3]

ڈاروں جیسا کٹر اور نظریہ ارتقاء کا امام بھی اپنے آپ کو آغاز حیات کے معاملے میں یہ کہنے پر مجبور پاتا ہے۔

Life must have originated, sometimes, somehow, but how this happened is still unknown.[4]

اصل میں آغاز حیات اور تسلسل حیات دو ایسے مسائل ہیں جن کا مکمل جواب مجرد سائنس کے پاس نہیں کیونکہ سائنس مشاہدات و تجربات کا نام ہے جبکہ آغاز حیات اور وجہ تخلیق حیات انسان کے لیے سائنس کے پاس کوئی ڈیٹا (data) نہیں بقول عالم (لارڈ کلون)

---

[1] ملاحظہ ہو الدین القیم صفحہ ۲۲ از علامہ مناظر احسن گیلانی۔

[2] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء" از مولانا شہاب الدین ندوی انڈیا۔

[3] ملاحظہ ہو "رسول عربی اور عصر جدید" صفحہ ۲۸۲-۲۸۳۔

[4] (By A.I. Oparin) Page: 46 "Origin of Life"

[5] اصل میں نظریہ ارتقاء کے پاس "کیوں" کا جواب نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ یہ نظریہ اپنی بنیاد صرف طبعی قوانین پر رکھتا ہے اور یہ قوانین "کسی چیز کے مقصد کو بیان نہیں کرتے۔ جب کہ طبعی قوانین اتنے منظم طریقے سے خود بخود کبھی نہیں چل سکتے بلکہ آخر کار "کیوں" کا جواب خالق حقیقی تک لے جاتا ہے۔ بقول امجد ؎ امجد ہر بات میں کہاں تک کیوں کیوں ہر کیوں کی ہے انتہا خدا کی مرضی۔ اس موضوع کے لیے مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو " الدین القیم"۔

یہ خیال سراسر باطل ہے کہ زندگی کا آغاز اور تسلسل بغیر کسی خالق کے ہو سکتا ہے۔ فطرت کے یہ حیرت انگیز مناظر جن سے تکمیل و رحمت برستی ہے الٰہی تخلیق و تعمیر پر مبہوت کن دلائل ہیں جو ہمیں صاف بتا رہے ہیں کہ تمام زندہ اشیاء کا انحصار ایک حی و قیوم فرمانروا کی مشیئت پر ہے"۔
اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

It is impossible to conceive either the begining or the continuous of life without an overruling creative power. Overpowering strong proofs of benevolence and intelligent designs are to be found around us, teaching that all living things depend on one everlasting creator and ruler." [1]

زندگی کی ابتداء۔ اسلام کی روشنی میں

اسلام کا اصل موضوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی ہے۔ اس کی تعلیمات کا مقصد یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں اس کے ظاہری نقشوں میں نہ کھو جائے اور یہ نہ سمجھنے لگے کہ یہ تمام کارخانہ قدرت ویسے ہی پیدا ہو گیا، اور خود بخود چل رہا ہے بلکہ وہ آکر انسان کو یہ بتاتا ہے کہ یہ کائنات نہ ہمیشہ سے ہے نہ ہمیشہ رہے گی۔ اس کا ایک آغاز اور انجام ہے اسی طرح انسان یا دوسرے نباتات وحیوانات (حیات) ارتقائی منازل طے کر کے محض چانس سے وجود میں نہیں آئے بلکہ ایک ہستی وحدہٗ لاشریک کی ہے جس نے اس کائنات کو پیدا کیا اور یہ کہ زندگی صرف مادہ کے ذرات میں ظہور ترتیب سے کبھی وجود میں نہیں آسکتی بلکہ ایک مدبر و حکیم ہستی ہے جس کا مادہ کے پیچھے غیر مرئی ہاتھ ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ [2]

یعنی اللہ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہی ہر چیز کا کارساز ہے نگہبان ہے۔
یہ اور اسی طرح کی تقریباً ساڑھے سات سو آیات میں آفاق و انفس سے مختلف اسالیب سے متعدد مثالیں بیان کر کے اسلام انسان کو اسی ایک ہستی کے سامنے تکوینی اور تشریعی طور پر سر تسلیم خم کرنے کا کہتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ "عنقریب ہم منکروں کو آفاق و النفس سے اپنی آیات اور نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے کہ وہ (قرآن) حق اور سچ ہے"۔ [3] اس سلسلے میں وہ کائنات اور حیات کی ابتداء اور تکمیل کا ذکر کرتا ہے۔ وہ دونوں یا عصروں (Periods) میں وہ آسمان کی پیدائش کا ذکر کرتا ہے اور چار دنوں میں زمین اور اس میں تمام چیزیں

---

[1] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب "دو قرآن" صفحہ ۲۱۸-۲۱۹

[2] القرآن۔ سورۃ الزمر آیت ۶۲ [3] سورۃ حٰم السجدہ آیت ۵۳

کے پیدا کرنے کا بیان کرتا ہے[1]

کائنات کی تخلیق کے بارے میں قرآن کا جو نقطۂ نظر ہے اس کے قریب قریب جدید ماہرین فلکیات کا بھی نظریہ ہے۔ بلکہ تمام دنیا۔

یا زندر مصطفیٰ اور ابہا ست یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ ست

کے مصداق اکثر مسائل میں اسلامی نقطہ نظر کے قریب آرہی ہے۔

اسی طرح انیسویں اور بیسویں صدی کے تمام سائنسدانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ حیات کا مبداء پانی ہے اور پانی تمام جانداروں کے جسم کا لازمی جزو ہے۔ لیکن یہی بات قرآن نے آج سے چودہ سو (۱۴۰۰) سال پہلے بیان فرمائی ارشاد باری ہے۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ۔ (القرآن) سورۃ الانبیاء آیت ۳۰

یعنی کیا یہ کافر لوگ دیکھتے نہیں اور غور نہیں کرتے کہ شروع میں آسمان و زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور ہم نے تمام چیزوں کو پانی سے زندہ کیا۔

اس امر پر بھی تمام ماہرین سائنس کا اتفاق ہے کہ شروع میں تمام زمین پر پانی تھا۔ قرآن نے پہلے ہی یہ بات کہہ دی تھی۔ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ یعنی شروع میں اللہ کا عرش پانی پر تھا۔ ایک جگہ اللہ کا ارشاد ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (القرآن)

مطلب یہ کہ اللہ نے زمین پر چلنے والا ہر جاندار پانی سے پیدا کیا تو ان میں سے کوئی پیٹ کے بل چلتا ہے (کیڑے مکوڑے، سانپ وغیرہم) اور ان میں کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے (انسان، پرندے وغیرھما) اور ان میں سے کوئی چار پاؤں پر چلتا ہے (چرندے اور درندے وغیرھما) اور اللہ پیدا کرتا ہے اور کرے گا جو چاہتا ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کائنات اور زندگی کی ابتداء کے بارے میں جدید سائنس اور اسلام کے نقطۂ نظر میں کمال درجہ کی ہم آہنگی (Coincidence) ہے۔ لیکن اختلاف اس بات پر ہو جاتا ہے جب ماہرین سائنس اپنی حدود یعنی محسوسات

---

[1] ملاحظہ ہو سورہ حم سجدہ کی آیت ۹ تا ۱۱ اور النازعات کی آیت ۲۷ تا ۳۳ واضح رہے کہ قرآن آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر چھ دنوں میں کرتا ہے اس سے ہمارے ۲۴ گھنٹے والے دن مراد نہیں بلکہ اللہ کا ایک دن ہزار سال کے برابر یا اس سے بھی زیادہ کا ہو سکتا ہے۔

مشاہدات و تجربات سے ایک قدم آگے بڑھ کر غیر محسوسات کے دائرہ میں قدم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے ادینی مادہ پرستانہ نظریات و افکار کی وجہ سے اس فاعل اور خالق حقیقی کا انکار کر بیٹھتے ہیں جو کہ بقول لیئر سائنسدان کا کام نہیں (اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ زندگی اور اس کے نتیجہ میں تمام جاندار خود بخود بغیر کسی خالق کے بذریعہ ارتقاء وجود میں آگئے)

اس موقعہ پر اسلام آگے آتا ہے اور حق کو باطل سے جدا کرتا ہے۔ خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا كَدُرْ (اچھی بات جس سے ملے لو اور بری بات چھوڑ دو) کے سنہری اصول کو سامنے رکھ کر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ سائنسی انکشافات و بیانات کا بغور مطالعہ کریں اس کے صالح اجزا لے لیں اور غیر صالح اور غلط افکار و نظریات کا ابطال کریں مطلب ہے رب العالمین کے ارشاد کا۔

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ۔

(یعنی اسلام کا مقصد یہ ہے) حق کا احقاق کرے اور باطل کا ابطال کرے اگرچہ مجرموں کو یہ بات پسند نہ آئے[1]

اس موقعہ پر یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ سائنس کے ثابت شدہ حقائق اور قرآن میں کبھی اختلاف نہیں سکتا بقول ڈاکٹر موریس بکائے، "میں نے قرآن، عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید (جدید سائنس کے حوالے سے مطالعہ کیا تو بائیبل میں جدید سائنس سے اختلافات اور تضادات پائے (بوجہ تحریف انسانی) قرآن اور سائنس میں ایک تضاد بھی نہیں پا سکا وہ لکھتا ہے۔

Whereas monumental errors are to be found in the Bible, I could not find a single error in the Quran-----. There is no incompatiability and contradiction between the Quran and Modern Science."

لیکن جہاں نظریات (Theories) کا تعلق ہے تو وہ بدلنے والی چیز ہیں۔ آج ایک نظریہ مروج ہے دوسرا اس کی جگہ لے سکتا ہے اس لیے قرآنی آیات کو کھینچ تان کر جدید نظریات (جو کہ عقلی و نقلی طور پر ثابت نہیں) کے مطابق کرنا نہ تو اسلام کے حق میں بہتر ہے اور نہ ہی منہاج کے اعتبار سے درست ہے کیونکہ ہو سکتا ہے آج وہ نظریہ مروج (Prevalent) ہے تو کل رد ہو جائے اور اس طرح کہیں اسلام پر حرف گیری ہو جائے[2]

---

[1] سورۃ الانفال آیت ۸

"The Bible, the Quran and Science" Pages 118, 120, 251 by Dr. Maurice Bucaille

[2] مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو محمد قطب شہید کی کتاب "قرآن اور سائنس"

اس لیے اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان نوجوان صحیح معنی میں اسلام اور جدید سائنس کا علم حاصل کریں قرآن میں غوطہ زن ہوں کیونکہ ۔ ؎

صد جہاں تازہ در آیات اوست عصرہا پوشیدہ در آیات اوست

اور اسلام کو اصل شکل میں مغرب والوں کے سامنے پیش کریں کیونکہ وہاں اسلام کی مسخ شدہ شکل پیش کی جاتی ہے اور لوگوں کو حکمت اور بصیرت کے ساتھ صراط مستقیم کی طرف بلائیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے لیے مادی اور روحانی دونوں میدانوں میں آگے بڑھیں کیونکہ اب وقت خلافت ارض دو حصوں میں بٹی ہوتی ہے اس کا مادی حصہ غیروں کے قبضے میں ہے اور صرف اس کا روحانی حصہ اہل اسلام کے پاس ہے۔ جب تک یہ دونوں یکجا نہیں ہو جاتے مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ ممکن نہیں ہو سکتی اور دنیا اپنی تہذیبی و تمدنی ہلاکت خیزیوں کے مہیب غار سے کبھی نہیں نکل سکتی۔ اس وقت تمام عالم کفر بالعموم اور عالم اسلام بالخصوص مسلمان نوجوانوں کو بار بار پکار رہا ہے۔

؎ عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

از خواب گراں، خواب گراں، خواب گراں

از خواب گراں خیز! (اقبال)

بقیہ: خاندانی غدار

سرکار انگریزوں کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں، ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گذشتہ کے لحاظ سے سرکار دولت مدار کی پوری عنایات اور خصوصی توجہ کی درخواست کریں تا ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی نہ کر سکے"۔[1]

۱۸۵۷ء میں مرزا قادیانی اور اس کے خاندان کی غداری اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ شجر خبیثہ انگریز کے اشارے پر مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے لگایا گیا مذہبی دعاوی کا ڈھونگ رچا کر مرزا قادیانی نے جہاد کی مخالفت کی اور انگریزی راج کے قیام اور استحکام کی سازش میں حصہ لیا۔

---

[1] سید قاسم علی، تبلیغ رسالت جلد ہفتم، درخواست بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ منجانب خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء
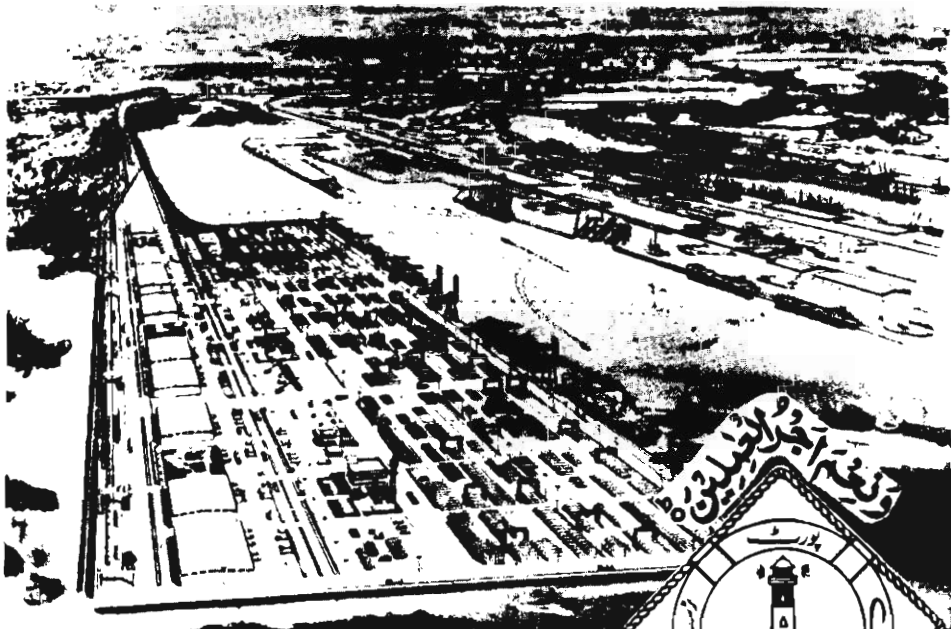
سلسلہ مطبوعات (۴۳)

اپنے طرز کی پہلی اور البیلی کتاب

ساعتے با اولیاء رحمہم اللہ

مولانا عبدالقیوم حقانی
رفیق موتمر المصنفین و استاذ دار العلوم حقانیہ

ادارۃ العلم والتحقیق ۔ اکوڑہ خٹک
ضلع نوشہرہ ۔ سرحد ۔ پاکستان

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
علامہ عبدالرحمن ابن الجوزیؒ
حضرت خواجہ معین الدین سجزیؒ
المجاہد الکبیر امام ابن تیمیہؒ
حجۃ الاسلام امام غزالیؒ
حضرت شیخ عبدالرحمن جامیؒ
حضرت مجدد الف ثانیؒ
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ
المجاہد الکبیر سید احمد شہیدؒ
حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ
مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت
امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ
محدث کبیر علامہ انور شاہ کشمیریؒ
شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ
محدث العصر سید محمد یوسف بنوریؒ
قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ
محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ

مولانا عتیق احمد بستوی (لکھنؤ)

دولت عثمانیہ کے دور اصلاحات کا مختصر جائزہ

دسویں صدی ہجری ' سولہویں صدی عیسوی کے آخر تک دولت عثمانیہ دنیا کی عظیم تر سلطنت تھی' اس کا داخلی نظم و نسق' فوجی نظام' عدل و انصاف اس وقت کی تمام حکومتوں میں بے مثال تھا' عثمانی فتوحات کا سیلاب بڑی تیزی سے یورپ ' ایشیا' افریقہ میں بڑھ رہا تھا' عثمان خاں اول سے لے کر سلیمان اعظم قانونی تک دولت عثمانیہ کے تخت پر دس ایسے فرمانروا تخت نشین ہوئے جو اپنی عقل و تدبر' شجاعت و سیاست ' سلیقہ جہانگیری و جہان بانی میں بے نظیر تھے ' تاریخ عالم میں بہت کم کسی سلطنت کو مسلسل ایسے دس فرمانروا نصیب ہوئے ہوں گے ' سترہویں صدی سے اس کی فتوحات کا سیلاب ختم ہوا سلیمان اعظم قانونی ہی کے دور میں سلطنت عثمانیہ کے اسباب زوال کی نشوونما شروع ہو گئی ' لیکن اس کے بعد بھی مدت تک یورپ کے قلب و دماغ پر دولت عثمانیہ کی سطوت و شوکت ' قوت و جبروت کی دھاک بیٹھی رہی' سلطان محمد رابع کے عہد میں ویانا کے دوسرے محاصرہ (1683ء) کی ناکامی اور ترکوں کی شکست فاش کے بعد دولت عثمانیہ کا خوف اہل یورپ کے دلوں سے تقریبا ختم ہو گیا ' اور پڑوسی سلطنتوں نے حملے شروع کر دیئے ' اٹھارہویں صدی عیسوی میں دولت عثمانیہ کے زیادہ تر معرکے روس اور اسٹریا سے پیش آئے' روس اور اسٹریا کی فوجیں اگرچہ یورپ کے جدید اصول حرب پر ٹریننگ پا چکی تھیں پھر بھی دولت عثمانیہ کی فوجوں نے غیر معمولی جانبازی و شجاعت سے ان کا مقابلہ کیا' دشمن کی جنگی مہارت اور جدید آلات حرب کے مقابلہ میں جو کمی تھی' اسے عثمانیوں نے اپنے جوش ایمانی اور جذبہ جہاد سے پورا کیا' پورا زور صرف کر دینے کے باوجود روس و اسٹریا سلطنت عثمانیہ کے بہت تھوڑے علاقوں پر قبضہ کر سکے' انیسویں صدی میں بڑی تیزی سے عثمانی مقبوضات کا سقوط شروع ہوا - سترہویں صدی میں جب عثمانی فوجوں کو بعض محاذوں پر شکست ہونے لگی' اسی وقت سے دولت عثمانیہ کے خاص خاص حلقوں میں ملک کی فوجی تنظیم اور نظام سلطنت کے بارے میں تشویش کا اظہار کیا جانے لگا اور ارباب فکر نے جدید اصلاحات کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اور دن بہ دن یہ رجحان بڑھتا رہا' اٹھارہویں صدی کے آخر میں مصر پر نپولین کے حملے نے عثمانی فوجوں کی تنظیم و تربیت کی ناکامی دو دو چار کی طرح واضح کر دی اس کے بعد بڑی تیزی سے ہمہ جہتی خصوصا فوجی اصلاحات جاری کی جانے لگیں -

مندرجہ ذیل صفحات میں ہم مختصرا ان اصلاحات کو پیش کر کے ان پر حقیقت پسندانہ تبصرہ کریں

گے' ان اصلاحات کو ہم چار ادوار میں تقسیم کر سکتے ہیں - (1) سلطان سلیم ثالث سے پہلے کا دور' (2) سلیم ثالث کا دور (3) محمود ثانی کا دور (4) سلطان عبدالمجید کا دور -

اصلاحات کا دور اول

سلطان سلیم ثالث سے پہلے کے دور میں ہمیں دولت عثمانیہ کی تاریخ میں اصلاحات کے دھندلے نقوش اور متفرق اقدامات ہی ملتے ہیں' کوئی منصوبہ بندی'سرگرمی اور تحریک نہیں ملتی مختلف سلاطین و وزراء نے وقتی ضرورت اور ملکی مصالح کی بنا پر بعض اصلاحی قدم اٹھائے جن سے ملک کے قدیم انتظامی ڈھانچے میں کوئی دیرپا ' انقلابی تبدیلی نہیں آئی ' مراد رابع (1023ھ 1633ء 1050ھ 1640ء) نے سلطنت کا روز بروز زوال و اضمحلال دیکھ کر چند فوجی اصلاحات کیں - اناطولیہ کے قاضی عسکر کی مدد سے بعض انتظامی تبدیلیاں بھی کیں ' سلطنت کے قوانین کو سختی کے ساتھ نافذ کیا' ان افسروں اور سرکاری ملازمین کو عبرت ناک سزائیں دیں' جو بددیانتی' رشوت ستانی' اور ظلم و ستم کے مرتکب ہوتے تھے کوپریلی خاندان کے وزراء نے بھی ملکی نظم و انتظام کے سلسلے میں بعض اہم اقدامات کئے لیکن ان کے اقدامات زیادہ تر عیسائی رعایا کے ساتھ حسن سلوک اور انہیں انصاف دلانے سے متعلق تھے' مصطفیٰ کوپریلی نے تمام پاشاؤں کے نام احکام جاری کئے کہ عیسائی رعایا پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے ' ان احکام کی پابندی نہ کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں - عیسائیوں کو نیا کلیسا تیار کرنے کی ممانعت تھی مصطفےٰ کوپریلی نے یہ پابندی ختم کر دی - حسین کوپریلی نے فوج' بحریہ' مالیات' مدارس وجوامع' اوقاف و مساجد تمام شعبوں میں کچھ نہ کچھ اصلاحات جاری کیں -

سلطان احمد ثالث کے دور میں قسطنطنیہ میں پہلا مطبع قائم ہوا' اس کے آغاز سے پہلے مفتی اعظم اور علمائے کرام نے مطبع کی شرعی حیثیت پر بحثیں کیں - اور بڑے غور و خوض کے بعد تصحیح اور جودت طبع کی شرط کے ساتھ مطبع جاری کرنے کی اجازت دی ' لیکن اس وقت احتیاطا خالص دینی کتابوں کی طباعت روک دی ' کچھ دنوں بعد جب اس کی صحت طباعت اور تصحیح پر اعتماد ہو گیا ' تو دینی کتابوں کی طباعت کی بھی اجازت دے دی ' دولت عثمانیہ عملاً بھی اسلامی حکومت تھی اس لئے اس کے سربراہ کوئی نیا قدم اٹھانے سے پہلے مفتی اعظم سے شرعی حکم دریافت کرتے اور ان کے فتویٰ کے بعد ہی اسے بروئے کار لاتے-

سلطان محمود اول (1143ھ/1757ء ' 1167ھ/1754ء) نے فوجی نظام کی اصلاح پر خصوصی

دی' فوجی اصلاحات کا راستہ ہموار کرنے کے لئے فنون جنگ پر یورپین کتابوں کا ترجمہ کرا کے ان اشاعت کی ' تاریخ' جغرافیہ' ترکی زبان و ادب وغیرہ کے موضوع پر بھی بہت سی کتابیں اس کے عہد شائع ہوئیں اسی کے عہد میں احمد پاشا نے توپ خانہ کی اصلاح کی اور اسکدار میں انجنئرنگ کا سکول قائم کیا لیکن ینی چری کی شدید مخالفت کی بناء پر یہ اسکول بند کرنا پڑا۔

محمود اول کے بعد سلطان مصطفٰی ثالث (1171ھ،1730ء ' 1187ھ،1773ء) نے بھی صلاحات کے میدان میں چند اہم قدم اٹھائے ' اگرچہ مسلسل جنگوں کی وجہ سے وہ وسیع پیمانے پر صلاحات برپا نہ کر سکا ۔ اس کا صدر اعظم راغب پاشا یورپ کی علمی ترقیات کا گرویدہ تھا' اس کی وصلہ افزائی سے یورپین مفکرین نیوٹن ' فولٹر وغیرہ کے افکار و خیالات کا ترکی میں ترجمہ ہوا' مصطفے ث بسا اوقات ممالک یورپ کے سفراء کو مدعو کر کے اصلاحات سے متعلق تبادلہ خیالات اور مشورے کیا کرتا تھا' اس نے بعض فرانسیسی ماہرین کی مدد سے بارود خانہ قائم کیا اور توپ و تفنگ کے فنون کی لیم کے لئے ایک مدرسہ بھی قائم کیا ۔ راغب پاشا نے اپنی جیب خاص سے قسطنطنیہ میں ایک عظیم الشان پبلک لائبریری قائم کی اور متعدد شفاخانے اسی کے عہد میں تعمیر ہوئے۔

سلطان عبدالحمید اول (1187ھ،1773ء ' 1203ھ،1789ء) نے بھی اصلاح کی کوششیں جاری رکھیں ' صلح نامہ کیناری (1774ء) کے بعد سلطان نے فوجی اصلاحات کو اپنا میدان عمل بنایا ۔ فرانسیسی جرنلوں کی مدد سے اس نے توپ خانہ کو مضبوط کیا اور ترقی دی ' فوجی انجنیرنگ کالج قائم کر کے نوجوانوں کو فوجی انجنیرنگ کی اعلی تعلیم دلوائی ۔ اس کے عہد میں فنون جنگ پر کتابوں کی تصنیف اور ترجمہ میں خاصی پیش رفت ہوئی ' سلطان کے معتمد قبطان پاشا حسن جزائری نے بحریہ کو خاصی ترقی دی ' ایک انگریز جہاز ساز کی مدد سے اس نے نئے طرز کے جنگی جہاز تیار کرائے۔

صلاحات کا دوسرا دور

1203ھ ، 1789ء میں سلطان سلیم ثالث ستائیس سال کی عمر میں تخت نشین ہوا' سلیم ثالث سلطان مصطفے ثالث کا اکلوتا لڑکا اور سلطان عبدالحمید اول کا چہیتا بھتیجا تھا' فطری طور پر بڑا ذکی و ذہین تھا' عبدالحمید اول نے اس کی تعلیم و تربیت کے بہترین انتظامات کئے ۔ بہ ظاہر سرائے سلطانی میں نظر بند ہونے کے باوجود عبدالحمید اول کی شفقت و محبت نے اسے پوری آزادی دے رکھی تھی ' ان حالات سے فائدہ اٹھا کر اس نے تخت نشینی سے پہلے ہی امور سلطنت کی پوری واقفیت بہم پہنچائی اور اپنے کو

حکمرانی کا اہل بنا لیا - اس کے باپ مصطفےٰ ثالث نے اس کے لئے اپنے دور حکومت کی ایک سرگزشت چھوڑی تھی ' جس میں اس کے دور کے خاص خاص واقعات درج تھے' اور دولت عثمانیہ کے انحطاط و زوال اور نظام سلطنت کے فساد و انتشار پر تبصرہ اور اصلاحات کا ایک مفصل خاکہ تھا' تخت نشینی کے بعد اس نے ایک اطالین طبیب لورنزو کو اپنا ہمراز اور مشیر خاص بنایا' لورنزو سے اس نے مغربی یورپ کی سلطنتوں ' وہاں کے نظام مملکت ' فوجی تنظیم اور اسباب ترقی کے سلسلہ میں پوری واقفیت حاصل تھی' کئی سال تک شاہ فرانس اور اس کے وزراء سے خفیہ خط و کتابت رکھی اور فرانسیسی تہذیب و ثقافت کا گرویدہ ہو گیا -

زمام سلطنت سنبھالنے کے بعد سلیم ثالث نے اصلاحات کا ہمہ گیر و ہمہ جہت منصوبہ تیار کیا اور اس پر کاربند ہو گیا' سلیم ثالث کی اصلاحات کو ہم تین بڑے خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں - انتظامی (2) فوجی (3) معاشرتی

(1) انتظامی اصلاحات

سلطان سلیم ثالث کے دور میں دولت عثمانیہ چھبیس ولایتوں پر مشتمل تھی' یہ ولایتیں ایک سو ترسٹھ (163) علاقوں میں تقسیم تھیں جن کو لوا کہا جاتا تھا ' ہر لوا میں متعدد قضایا ضلع ہوتے تھے' ہر قضا (ضلع) عموماً ایک شہر اور اس کے ماتحت علاقوں پر مشتمل ہوتا تھا' ولایت کا حاکم اعلیٰ پاشا ہوتا تھا' جس کی حیثیت وزیر کے برابر ہوتی تھی' پاشا اپنی ولایت کی ایک یا چند لواؤں پر براہ راست حکومت کرتا تھا' بقیہ لواؤں کے حکام پر اس کی سیادت تسلیم کی جاتی تھی - پاشا کا تقرر عموماً ایک سال کے لئے ہوا کرتا تھا' بسا اوقات یہ منصب بڑی رشوت دے کر حاصل کیا جاتا' پاشائی کے امیدواروں کے پاس عام طور پر اس منصب کی "خریداری" کے لئے کافی رقم نہ ہوتی اس لئے وہ کسی دولت مند یونانی یا ارمنی ساہوکار سے بھاری قرض لے کر یہ رشوت ادا کرتے ' قرض دینے والے ساہوکار کا ایک معتمد ایجنٹ پاشا کے ساتھ بطور سیکرٹری کے رہتا اور عموماً صوبے کا اصلی حکمران وہی ہوتا ' یہ عیسائی ایجنٹ اپنے ہم مذہب عیسائی رعایا کو بہت تنگ کرتے اور ان پر نئے نئے ظالمانہ ٹیکس عائد کرتے تاکہ رشوت میں دی ہوئی بھاری رقم سود کے ساتھ وصول ہو جائے' پاشا اور اس کے کارندوں کی ولایت کے باشندوں پر اتنی مضبوط گرفت ہوتی کہ ان کی شکایتیں باب عالی تک نہیں پہنچ پاتیں' لیکن اگر باشندوں کی طرف سے پاشا کی پرزور شکایتیں باب عالی تک پہنچ جاتیں اور تحقیق کرنے پر صحیح ثابت ہوتیں تو پاشا کو نہ صرف

معزول کر دیا جاتا بلکہ جرم کی سنگینی کی صورت میں قتل کر دیا جاتا تھا مگر اس کی نوبت کم ہی آتی تھی' باب عالی کی طرف سے پاشا کی مدد کے لئے دو یا تین آدمی مقرر کئے جاتے جن کا انتخاب اسی ولایت کے باشندے کرتے انہیں اعیان کہا جاتا تھا' بسا اوقات اعیان بھی پاشاؤں کے ساتھ ظلم و ستم میں شریک ہو جایا کرتے ۔

سلطان سلیم ثالث نے اولاً تو اس کی کوشش کی کہ حکام اور پاشاؤں کے تقرر میں رشوت ستانی کا سلسلہ بند ہو' افسروں اور اہل کاروں کا تقرر کارکردگی اور لیاقت کی بنیاد پر ہو' رشوت اور سفارش کی بنیاد پر نہ ہو' ثانیاً قانون بنا دیا کہ پاشا کا تقرر بجائے ایک سال کے تین سال کے لئے ہوا کرے گا تاکہ اسے ولایت کو ترقی دینے اور وہاں تعمیری اور رفاہی منصوبے بروئے کار لانے کے لئے خاصا وقت مل سکے اور تین سال کی مدت پوری ہونے کے بعد پاشا کا دوبارہ تقرر صرف باشندگان ولایت کی رضامندی سے کیا جائے ' سلیم ثالث نے پاشاؤں کے اختیارات بہت کچھ کم کر دیئے اور قانون بنا دیا کہ ملک کے باشندوں سے خراج اور عشر وغیرہ مرکزی حکومت کے کارندے وصول کریں گے ' پاشاؤں کو خراج ' مال گزاری وصول کرنے کا کوئی حق نہیں' اسی طرح اس نے مرکزی حکومت میں صدر اعظم کے اختیارات میں بہت کمی کر دی ' اسے پابند بنایا کہ تمام اہم امور میں دیوان سے مشورہ لیا کرے۔

سلیمان قانونی نے بڑی مستحکم اور منصفانہ بنیادوں پر نظام جاگیرداری قائم کیا تھا ' جس میں کلیتہً ظلم ستم کا سدباب کر دیا گیا تھا ' لیکن مرکزی حکومت کی روز افزوں کمزوریوں کی وجہ سے جاگیرداروں نے سلیمان قانونی کی عائد کردہ پابندیاں اور قوانین نظرانداز کر دیئے اور بڑی حد تک خود سر و خود مختار ہو بیٹھے' جس کے نتیجے میں ملک میں ابتری بڑھتی گئی ' محنت کش' کسان' مزدور طبقہ کا استحصال کیا جانے لگا ان حالات کا جائزہ لے کر سلیم ثالث نے نظام جاگیرداری منسوخ کرنے کا فیصلہ کر لیا اور قانون بنا دیا کہ موجودہ جاگیرداروں کے مرنے پر ان کی جاگیریں ضبط کر لی جائیں اور آئندہ ان جاگیروں کی آمدنی سرکاری خزانہ میں جمع کی جائے اور اس سے نئی فوج کے مصارف ادا کئے جائیں ۔

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

تہذیب مغرب کا نقطۂ عروج

یا

فکر و نظر کی پراندگی کی انتہا

روز نامہ "جنگ" لندن 18 دسمبر کے شمارے میں اردو ادب کے ایک ممتاز فرد مسٹر احمد ندیم قاسمی کا ایک انٹرویو اور اس کے ایک صفحے کے بعد ایک بیان شائع ہوا ہے۔ موصوف نے اپنے ایک بیان میں فرمایا کہ:

"ہم نے رقص کو عریانی سے منسوب کر رکھا ہے رقص جسم کی عریانی نہیں جسم کی شاعری کا نام ہے انہوں نے کہا کہ انسانی جسم کو دیکھ کر اللہ کی قدرت یاد آتی ہے تو یہ کونسا گناہ ہے اگر رقص دیکھ کر کسی کے جنسی جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں تو اسے کان سے پکڑ کر محفل سے نکال دیا جائے۔ لیکن رقص ہی کو رد کر دینا غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ صوفی انسان کا احترام کرتا ہے جب کہ ملا انسان کا احترام نہیں کرتا انہوں نے کہا کہ وہ سوشلزم اور ترقی پسندی کو مذہب کے خلاف نہیں سمجھتے بلکہ انہیں معاشی لحاظ سے سوشلزم کی خوبصورتی عزیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ بے نظیر بھٹو سے بڑی توقعات ہیں وہی خاتون ہیں جو اس ملک کا بیڑا پار لگا سکتی ہیں۔ (جنگ لندن 18 دسمبر)

قاسمی صاحب تو رقص و سرود طرب و ساز کی مجلسوں میں شریک ہوتے ہی ہوں گے بلکہ مجلس کو گرمانے میں بھی ان کا بڑا دخل رہا ہو گا۔ انہوں نے رقص بھی دیکھا ہو گا ان کی عریانی پر بھی نظر دوڑائی ہو گی کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ رقص میں جسم کی عریانی ہوتی ہے یا جسم کی شاعری ہوتی ہے؟ الفاظوں کے ہیر پھیر سے حقیقت کا چہرہ مسخ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ اسے جسم کی شاعری کا نام دے دیں مگر ہے تو بہرحال جسم کی عریانی۔ بتلائیے اپنے بدن کے اعضاء و حصص کو بڑے دلکش انداز میں غیر محرموں کے سامنے پیش کر کے ان کے جنسی جذبات برانگیختہ کرنا اور اس پر داد تحسین حاصل کرنا کسی شریف مرد و عورت کو زیب دیتا ہے؟ اگر کوئی طوائف اور فاحشہ اپنے جسم کو داد عیش دینے کے لئے پیش کر دے تو آپ اسے بھی یہ منطق پڑھا دیجئے کہ یہ جسم کا سودا نہیں۔ عصمت و عفت کی فروخت نہیں بلکہ جسم کی شاعری کا ایک انتہائی مقام ہے اور ایسا حسین و اعلیٰ انداز ہے جس پر جسم کی شاعری ناز کرتی رہے گی اسی طرح کوئی عورت بر سر عام عریاں رقص پیش کرے تو اسے بھی آپ یہ فلسفہ پڑھا

دیکھئے کہ یہ جسم تو ہے ہی نہیں بلکہ شاعروں کی شاعری ہے جسے ہم نے ایک خوبصورت انداز اور زبان دینے کی زحمت اٹھائی ہے - قاسمی صاحب کے ان فلسفوں سے معاشرہ میں ترقی پسندی کے بڑے نمونے نظر آئیں گے اور ایک اسلامی معاشرہ میں قاسمی صاحب کی منطق سے بے حیائی بے شرمی اور عریانی کی خوب خوب ترقی نصیب ہو گی - شاید یہی وجہ ہو گی کہ موصوف کو محترمہ بے نظیر زرداری صاحبہ سے بڑی توقعات ہیں کیونکہ ان کے نزدیک وہ واحد ہستی ہیں جو ایک اسلامی ملک کی کشتی کی ناخدا بن کر ساحل مراد قاسمی تک پہنچا سکتی ہیں -

پھر یہ بات بھی عجیب رہی کہ عورتوں کے عریاں جسم کو دیکھ کر قدرت الٰہی یاد آنے لگ جاتی ہے - کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اس کا بھی ذکر فرما دیتے کہ جس طرح آسمانوں اور زمینوں ' اختلاف لیل و نہار' امم سابقہ کے عبرتناک واقعات ' ستارے ' بحر و بر' شجر و حجر' انعام و اثمار میں اس کی قدرتوں کے نظائر موجود ہیں جو حضرت انسان کے لئے درس عبرت ' تفکر و تدبر کے مواقع پیدا کر دیتے ہیں اسی طرح عورتوں کے جسم کی نمائش کو بھی اسی مد میں داخل کر دیتے تاکہ قاسمی صاحب کا استدلال اور قوی ہو جاتا اور انہیں کسی قسم کی مشقت کا سامنا نہ کرنا پڑتا - مگر افسوس کہ اللہ جل شانہ نے قاسمی صاحب کی توقعات کے بالکل برعکس احکامات نازل فرمائے جس سے فکر و نظر کو پاکیزگی اور لطافت ملتی ہے جب کہ قاسمی صاحب کے لطائف سے فکر و نظر کو پراگندگی اور خباثت کا سامنا کرنا پڑتا ہے -

پھر گستاخی کی معافی چاہتے ہوئے ہم مجبوراً عرض کرتے ہیں کہ جس طرح غیر کی بیٹی' بہو کے عریاں رقص کو دیکھنا قدرت الٰہی کا نظارہ ہے اور کوئی گناہ کی بات بھی نہیں (بلکہ اس ترقی یافتہ دور میں کار ثواب اور تہذیب کا اعلیٰ درجہ ہی ہو گا) تو اپنی ماؤں بہنوں' بیٹیوں اور بہوؤں کے عریاں جسم کی نمائش اور ان کا عریاں رقص دیکھنا بھی قدرت الٰہی کا نظارہ کرنا ہو گا - اور یہ بھی کوئی عیب یا گناہ کی بات نہ ہو گی؟ کیا قاسمی صاحب کی غیرت اس امر کی اجازت دیتی ہے؟ یا یہ فلسفہ صرف غیر کی بیٹی کے لئے مخصوص ہے؟ آخر ان دونوں کے درمیان وجہ فرق کیا ہے؟ جب غیر کی بیٹی کو دیکھ کر اللہ کی قدرت یاد آ سکتی ہے تو اپنی بیٹی کے عریاں رقص دیکھ کر یہ قابل نفرت کیوں بن جاتی ہیں؟ کیا اللہ کی قدرتوں کو معلوم کرنے ' یاد کرنے' نظارہ کرنے کا بس واحد طریقہ یہ رہ گیا ہے کہ رقص و سرود کی محفلوں کو گرمایا جائے؟

اس سے بھی عجیب تر ارشاد قاسمی یہ ہے کہ جو لوگ اس عریانی کے چنگل میں پھنس جائیں تو انہیں کان سے پکڑ کر مجلس سے نکال دیا جائے اور جو اس عمل کو جنم دینے' یعنی جنسی جذبات کو برانگیختہ کرنے کے ذمہ دار ہیں وہ --- ہاں ان کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ بے قصور ہیں - قاسمی صاحب ادیب و شاعر بھی ہیں انہوں نے غالب کا یہ شعر تو سماعت فرمایا ہو گا -

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

آپ رقص و سرود عریانی کی تو بر سر عام نمائش کرائیں - نوجوان سے رقم لے کر نوجوانوں ہی کے جذبات برانگیختہ کرنے کے وہ تمام ذرائع تو مہیا کر دیں - مگر جب بھی نوجوان آپ کے ان کرتوتوں کو زبان کی شکل دے - عمل میں لائے تو وہ قصور وار ہو جاتا ہے - اس کی ٹکٹ کے پیسے بھی گئے اور مجلس سے شرمندہ ہو کر باہر بھی ہوا۔

آپ کسی کو بیچ سمندر میں اتار دیں اور ارشاد فرما دیں کہ حضرت والا تمہارے کپڑے بھیگنے نہ پائیں - اسے خوفناک آگ کے شعلوں کی نذر تو کر دیں اور پھر ارشاد ہو کہ حضور تمہارے بال جلنے نہ پائیں - اس قسم کے ارشادات کو لوگ سوائے احمقانہ ارشادات کے اور کیا نام دے سکتے ہیں - ٹھیک اسی طرح آپ کسی نوجوان کو جنسی جذبات برانگیختہ کرنے کے وہ تمام اسباب تو مہیا کر دیں اور پھر حکم دیں کہ بھائی سنبھل کر رہنا - جذبات ابھرنے نہ پائیں ورنہ کان پکڑ کر باہر کر دیئے جاؤ گے -

قاسمی صاحب کو ملا سے بھی شدید چڑ معلوم ہوتی ہے جب کہ صوفی کی تعریف کرتے ہیں - بات یہ ہے کہ ملا (یعنی علمائے کرام) چونکہ کتاب و سنت کے احکامات واضح کرتے ہیں - فحش کو فحش اور باطل و باطل کہہ کر اہل باطل کے خوبصورت چہروں سے تقیہ کی نقاب اکھاڑ پھینکتے ہیں اس لئے قاسمی صاحب کی چڑ اور نفرت اپنی جگہ بجا معلوم ہو رہی ہے کیونکہ یہ ملا ہی قاسمی صاحب جیسے مفکروں کی راہ ں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور ترقی کی وہ راہ جسے قاسمی صاحب نے ایجاد کیا ہے اس کا علی الاعلان ائیکاٹ کرتے ہیں اس لئے ان کا یہ غصہ بہرحال اپنی جگہ بجا ہی ہے جب کہ ان کے دماغ کا صوفی یعنی ج کل کے یہ پیر صاحبان اور اس قسم کے سجادہ نشین جنہوں نے اپنے جسموں پر صوفیت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے خانقاہوں درگاہوں اور مزاروں پر عورتوں کی عزت و عصمت کا سودا کرتے ہیں ناچ گانا دھمال ڈھول دھماکہ ساز و طرب کی محفلیں (ارے توبہ توبہ رقص) انہی عورتوں سے گرمائی جاتی ہیں اور جسم کی عریانی (نہیں نہیں بلکہ جسم کی شاعری) کا بھرپور مظاہرہ ہوتا ہے - ان سے بہت خوش ہیں - کیونکہ یہ صوفی صاحبان ایسے امور پر گرفت تو کجا ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں - اس لئے موصوف ان کی تعریف فرماتے ہیں - یہ تعریف و احترام تو قاسمی صاحب ہی کو مبارک ہو جس سے انسانیت کا سودا ہو - عصمت و عفت تار تار ہوتی ہو اور انسانیت حیوانیت پر اتر آئے - ہمیں تو قرآن کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ، علماء عظام اور صوفیائے کرام نے وہ درس دیا ہے جس سے انسانیت کو عروج ملے اور انسان صحیح معنوں میں انسان رہے -

قاسمی صاحب موصوف کے ان خیالات کا تجزیہ کرنے کے بعد ہم فیصلہ انہیں پر چھوڑتے ہیں اور روزنامہ جنگ لندن کے اسی دن کے شمارے میں ان کا جو انٹرویو شائع ہوا ہے - اس میں موصوف نے

(بقیہ صدا پر)

Safety
instant milk

مولانا عبدالقیوم حقانی
بہ شکریہ ماہنامہ الاشرف کراچی

مروّجہ نظام حکومت کی تبدیلی

پاکستان کا اہم ترین مسئلہ

پاکستان اس وقت بے پناہ مسائل میں گھر کر حقیقت میں مسائلستان بنا ہوا ہے۔ رشوت' کالا دھندا' بے روزگاری' مہنگائی' سیاسی عدم استحکام' جماعتوں کی بہتات' فرقہ واریت' لسانیت' قومی تعصب اور اس طرح کے بے شمار مسائل سے پاکستان دوچار ہے۔

لیکن بایں ہمہ ہر شخص اپنے معروضی حالات' اپنی مخصوص طرز فکر' اور مشاہدہ و مطالعہ کی وجہ سے کسی ایک مسئلہ کو پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ قرار دیتا ہے۔ اس لئے ہم نے نومبر کے شمارہ میں ہر محب وطن پاکستان اور مسلمان سے درخواست کی تھی کہ آپ پاکستان کو لاحق خطرات' بے شمار مسائل میں سے کسی ایک اہم ترین مسئلہ کی نشاندہی کیجئے۔ اس سلسلہ میں ہم نے مختلف علماء' زعماء اور ادباء کی خدمت میں خطوط بھی روانہ کیے تھے۔ الحمد للہ ہماری درخواست صدا بصحراء ثابت نہیں ہوئی' وصول شدہ مضامین بالترتیب قارئین کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ ہم اس سلسلہ کی ابتداء معروف اسکالر اور محقق عالمی شہرت یافتہ مصنف "الحق" کے نائب مدیر' حقانیہ کے محترم استاد مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے وقیع مضمون سے کر رہے ہیں۔ مضمون کی اہمیت کے پیش نظر اسے ادارتی صفحات میں شائع کیا جارہا ہے۔ آئندہ کیلئے اس سلسلہ مضامین کیلئے الگ سے صفحات مخصوص کردیئے جائیں گے۔ (الاشرف)

برادر گرامی قدر جناب حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ سلام مسنون! مکتوب گرامی موصول ہوا

آپ جو کچھ دریافت فرمانا چاہتے ہیں وہ کوئی ایسی حقیقت نہیں جس تک کسی بھی صاحب عقل و فہم کی رسائی نہ ہو۔ اب چور چور' کے نعروں سے کچھ نہیں ہوگا۔ چور گرفتار بھی ہوجائے تو کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوگا۔ میرے نزدیک یہ وقت چور کو نہیں چور کی ماں کو مارنے کا ہے جس کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ چوری کو جنم دیتی ہے۔

اس وقت ملک میں سب سے بنیادی اور اولین مسئلہ نظام حکومت کا ہے جس سے زندگی کے انفرادی اور اجتماعی تمام مسائل متاثر ہورہے ہیں۔ ارباب حکومت و ارباب سیاست اور تمام ہی خواہان ملت کے سامنے اس وقت جو کام بطور ہدف کے کرنا چاہیئے وہ نظام حکومت کی تبدیلی ہے۔۔۔ مگر یاد رہے کہ

نظام حکومت خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو' مصنوعی طریقہ سے نہیں بنا کرتا۔ اس کی پیدائش' ترویج اور تنفیذ اور پھر عملی زندگی میں اس کے دور رس اثرات سوسائٹی کے اخلاق' نفسیاتی' تمدنی اور تاریخی اسباب کے تعامل سے طبعی طور پر مرتب ہوتے ہیں جس طرح منطقی مباحث میں نتیجہ ہمیشہ مقدمات کی ترتیب سے برآمد ہوتا ہے' جس طرح کیمیائی مرکب ہمیشہ کیمیائی کشش رکھنے والے اجزاء کے مخصوص طریقہ پر ملنے سے برآمد ہوتا ہے اسی طرح نظام حکومت کے وجود میں لانے اور اس کو مستحکم کرنے میں بھی کچھ ابتدائی لوازم' کچھ اجتماعی محرکات' اور کچھ فطری مقتضیات ہوتے ہیں۔ اس طرح نظام حکومت کی نوعیت کا تعین بھی ان حالات کی کیفیت پر منحصر ہوتا ہے جو اس نظام کے وجود میں لانے اور اس کو باقی رکھنے کے مقتضی ہوتے ہیں۔ میرا مقصد اس تمہید سے یہ ہے کہ آج تمام سیاسی جماعتیں اور دینی قائدین بھی اس پر متفق ہیں کہ تمام مسائل کا واحد حل نظام کی تبدیلی ہے اور ہمہ پہلو بگاڑ کا بنیادی سبب بھی موجودہ فرسودہ نظام حکومت ہے اور پھر تمام جماعتیں اپنے بلند بانگ دعوؤں اور منشوروں میں نظام حکومت کی تبدیلی کا بنیادی ہدف بھی رکھتی ہیں۔ مگر صرف نعروں اور دعوؤں' جلسوں و جلوسوں اور ہلڑبازی سے نظام تبدیل نہیں ہوا کرتے۔

جس نوعیت کی تبدیلی لانی مقصود ہو اور جس قسم کا بھی نظام حکومت پیدا کرنا مقصود ہو تو اسی کے مزاج اور اسی کی فطرت کے مناسب اسباب فراہم کرنا اور اس کی طرف لیجانے والا طرز عمل بھی اختیار کرنا ناگزیر ہے۔ ہم سب یہ کہتے ہیں کہ جناب!

ہم حکومت کی تبدیلی نہیں ' نظام حکومت کی تبدیلی چاہتے ہیں مگر طرز عمل اور سیاسی طریق کار ہمارا وہی ہے جو موجودہ نظام حکومت کو نہ صرف برقرار رکھتا ہے بلکہ اس کو مزید استحکام بخشتا ہے۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ مقدمات جس نوعیت کے ہوں گے تو ان کی ترتیب سے نتیجہ بھی اسی نوعیت کا حاصل ہوگا۔ جب درخت لیموں کا لگایا جائے گا تو وہ نشو و نما پاکر پھل آم اور سیب کا نہیں دے گا' لیموں ہی کا دیگا۔ اسی طرح نظام حکومت کی تبدیلی اور سیاسی لائحہ عمل میں بھی اسباب جس نوعیت کے اختیار کئے جائیں گے' انقلاب کا ڈھنگ اور لائحہ عمل جس نوعیت کا مرتب کیا جائے گا تو جب ارتقائی مراحل سے گذرے گا اور تکمیل کے مرحلہ کے قریب پہنچے گا تو نتیجہ بھی وہی طے گا جو ان فطری تقاضوں پر مبنی ہوگا۔ مگر یہ بالکل ناممکن ہے کہ اسباب اور عوامل اور لائحہ عمل کے نتیجہ میں ایک دوسرا نظام حکومت قائم ہوجائے۔ اس لئے جب ہم نظام حکومت کی تبدیلی ناگریز سمجھتے ہیں' اسلامی نظام حکومت کی ترویج و تنفیذ کو تمام مسائل کا حل سمجھتے ہیں تو پھر ہمیں بڑی گہری فراست' فکر و تدبر' دانشمندی' جرات' حوصلے اور قطعی فیصلے کے ساتھ وہی تحریک اٹھانی ہوگی' اسلامی نظام حکومت جس کا خواہاں ہے۔ اسی قسم کی انفرادی زندگی بنے۔ اخلاق تیار ہوں' اسی طرز کے کارکن تیار کئے جائیں' اسی ڈھنگ کی

مخلصانہ قیادت کو کام کرنے کا موقع دیا جائے' اسی کیفیت کا اجتماعی عمل اختیار کیا جائے جس کا اقتضاء اسلامی نظام حکومت کی تنفیذ فطرۃ کرتی ہے جو ہمارا بنیادی ہدف ہے اور جس کیلئے ہم اپنی تمام زندگی کھپادینے کا عزم رکھتے ہیں۔

اسلامی نظام حکومت کی تنفیذ اور فکری و ذہنی سطح پر عزم اور کامیاب اسلامی انقلاب کیلئے جب یہ سارے اسباب و عوامل ' محرکات و مقتضیات بہم پہنچائے جائیں گے پھر جب ٹھوس بنیادوں پر فکری 'ذہنی تربیت کے مراحل کے بعد ایک خاص منصوبہ بندی کے ساتھ طویل جدوجہد کے بعد ان عوامل میں اتنی قوت پیدا ہوجائے گی کہ ان کے تیار کردہ ماحول' ان کی تیار کی ہوئی سوسائٹی اور ان کی بنائی ہوئی معاشرت میں کسی بھی دوسری نوعیت کے غیر اسلامی نظام حکومت کا جینا اور پنپنا دشوار ہوجائے گا تب ایک طبعی نتیجے کے طور پر وہ خالص اسلامی نظام حکومت ابھرے گا جس کیلئے ان طاقت ور اور بنیادی اسباب و عوامل اور محرکات نے کام کیا ہوگا۔

یہی فطرت کا عمل ہے اور یہی فطرت کا تقاضا بھی ـــــ جس طرح ایک تخم سے جب درخت پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے فطری عمل اور تخلیقی تقاضوں اور حالات و عوامل کے میسر آنے پر اپنے زور میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو نشو و نما کی ایک خاص حد اور حفاظت اور استحکام کی ایک منزل پر پہنچ کر اس میں وہی پھل آنے شروع ہوجاتے ہیں جن کیلئے اس کی فطری ساخت زور کررہی تھی۔

ہمارے ملک میں نظام حکومت کی فرسودگی کا رونا تو سب روتے ہیں مگر تمام تر تحریکیں' تمام پارٹیوں کی لیڈر شپ' تمام سیاسی قائدین' سیاسی و دینی جماعتوں کے کارکنوں کی انفرادی سیرتیں' جماعتی اخلاق' سیاسی حکمت عملی ' تنظیمی تشکیلات اور ہر مرحلہ و طرز ادا اور ان کی ہر ایک چیز اور اقدامات و ترجیحات بھی اس فرسودہ نظام حکومت کی بقاء و استحکام اور مزید ترقی و عروج پر صرف ہورہی ہیں۔ اس نظام حکومت کے کل پرزے بن کر مصروف کار ہیں مگر پھر ہمیں یہ امید دلائی جاتی ہے کہ جناب!

اس کے نتیجے میں بالکل ہی ایک دوسری نوعیت کا نظام ' اسلامی نظام حکومت پیدا ہوگا تو میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی طفل تسلیوں اور خوش فہمیوں میں بے شعوری' خام خیالی اور خام کاری کے سوا دوسری کسی چیز کو بھی محرک نہیں قرار دیا جاسکتا۔

لہذا اگر واقعتاً" ہم یہ چاہتے ہیں کہ ملک میں اسلامی نظام حکومت قائم ہوجائے تو لامحالہ ہمیں از سر نو ایک ایسی تحریک ' ایک ایسی جماعت 'ایک ایسے فکری لائحہ عمل اور ایک ایسا انقلابی کردار ادا کرنا ہوگا جسکی بنیاد میں اسلامی نظریہ حیات' اسلامی مقصد زندگی' اسلامی معیار اخلاق اور اسلامی سیرت و کردار ہو جو نظام اسلامی سے مطابقت رکھتا ہو اور اس کیلئے ایک

بنیاد فراہم کرتا ہو۔ اس تحریک اور انقلابی جماعت کے قائدین اور رہنماء اور کارکن ایسے ہوں جو خالص اسلامی تعلیمات اور آسمانی ہدایات کے سانچے میں ڈھلنے کیلئے مستعد ہوں۔ ایسے ہی لوگ اپنی مساعی 'جدوجہد اور انقلابی اسلامی کردار سے معاشرہ میں اسلامی ذہنیت اور اسلامی روح کو پھیلانے کی کوشش کریں۔ خالص اسلامی بنیادوں پر تعلیم و تربیت کا نیا نظام تشکیل دیا جائے اور اس کیلئے کام کرنے کے مواقع فراہم کئے جائیں جس سے خالص اسلامی اسکالر' اسلامی سیاست داں' اسلامی قائدین' اسلامی مفکرین' اسلامی کارکن' اسلامی ماہرین مالیات و معاشیات اور ہر شعبہ علم و فن میں اسلامی سپیشلسٹ پیدا ہوں جن میں اسقدر اسلامی اسپرٹ بھر دی جائے کہ وہ دنیا کے ناخدا شناس ائمہ فکر کے مقابلے میں اپنی عقلی و ذہنی اور خالص اسلامی ریاست کا سکہ جمادیں۔

خالص اسلامی اصولوں اور قطعی نبویؐ بنیادوں پر موجودہ مروج غلط نظام زندگی کیخلاف جدوجہد پر مبنی تحریک چلائی جائے۔ اس جہاد انقلاب اور اسلامی نظام کے برپا کرنے کے عظیم مشن کے علمبردار مصیبتیں اٹھاکر' سختیاں جھیل کر' قربانیاں دے کر' اور اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر اپنے خلوص' اپنے عزم اور مضبوط قوت فیصلہ کا ثبوت دیں۔ اس تحریک کے کارکن' ایسے پاکباز' پاک سیرت' خدا ترس' سچے مسلمان اور اپنے مشن میں مخلص کارکن اور اسلامی نظام کے ایسے بے لوث داعی ہوں کہ مخاطب اور عام لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ جس اصولی نظام حکومت کی طرف یہ کارکن دعوت دے رہے ہیں اس میں ضرور انسان کیلئے عدل و انصاف اور امن ہوگا۔ اس طرح کی تحریک اور دعوت انقلاب سے انسانی معاشرہ کے وہ تمام عناصر جن کی فطرت میں کچھ بھی صالحیت' دیانت' نیکی اور خیر کی رمق اور راستی موجود ہوگی وہ اس تحریک کے کارکن بنتے چلے جائیں گے۔

دون ہمت' پست حوصلہ' دنی الفطرت' کج فہم اور غلط رول کی مخالفت کا زور ٹوٹتا اور ان کے اثرات دبتے چلے جائیں گے۔ جب لوگوں میں اسلامی نظام حکومت کے داعیوں' کارکنوں کے اخلاق و اعمال' عدل و انصاف' ایثار و قربانی' ہمدردی' جذبہ خدمت کے مظاہر سامنے آئیں گے تو خالص اسلامی نظام حکومت کی پیاس پیدا ہوجائے گی اور یوں آہستہ آہستہ ذہنی اور فکری انقلاب اس قدر برپا ہوجائے گا کہ اسلامی نظام حکومت کے مقابلے میں کسی بھی دوسرے نظام کا قائم رہنا اور چلنا مشکل ہوجائے گا۔

تحریک کے مختلف تربیتی مراحل' تدریجی ارتقائی منازل اور فکری تربیت کے نتیجے میں اسلامی نظام کے قیام کے ساتھ ہی اس کو آگے بڑھانے' چلانے اور مستحکم کرنے کیلئے ابتدائی اہل کاروں سے لے کر اعلیٰ قیادت اور عہدیداروں تک ہر درجہ کے مناسب کل پرزے اسی نظام تعلیم و تربیت اور فکری و تربیتی پروگراموں کی بدولت پہلے سے موجود ہونگے۔
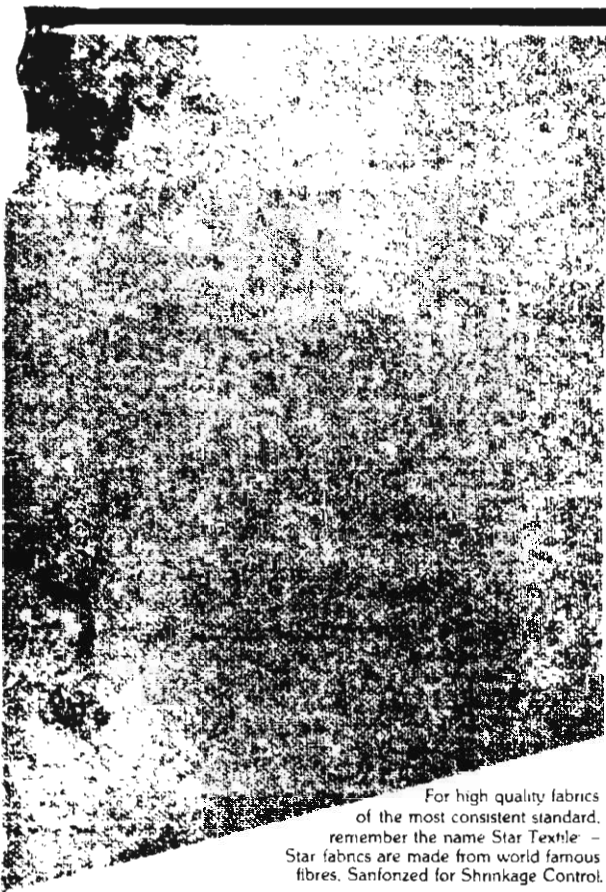
دراصل احقر کا اصل مقصد اس طویل تحریر سے یہی ہے کہ اسلامی انقلاب کے ظہور، مروجہ حکومت سے نجات، اسلامی نظام کے نفاذ کا فطری طریقہ یہی ہے۔ اسلامی نظام کا برپا کرنا اور پاکستان سمیت دنیا بھر میں اسلامی انقلاب لانا مقصود ہو تو اس کیلئے ایک عمومی تحریک قرآنی نظریات و تصورات اور خالص محمدیؐ سیرت و کردار کی بنیاد پر اٹھے اور اجتماعی زندگی کی ساری ذہنی، فکری، اخلاقی، نفسیاتی اور تہذیبی بنیادوں کو علم، عمل، اخلاص، جہاد، ایثار و قربانی، اخلاق، حکمت و مصلحت، اور اسلامی حکمت عملی اور خالص علمی و دینی انداز اور طاقت ور جدوجہد سے بدل ڈالے۔

بقیہ: خاندان کے سربراہ

قارئین کی توجہ قربانی کی فضیلت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ قربانی کے گوشت کو خود اپنے لیے رکھ لیا جاوے اور کسی کو ایک بوٹی بھی نہ دے تب بھی قربانی کا پورا پورا اجر و ثواب حاصل ہوگا نہ مال گیا نہ ثواب بعین اسی طرح اہل و عیال پر خرچ کرنے کا ہے کہ نہ مال گیا نہ ثواب بلکہ اجر و ثواب بھی زیادہ حاصل ہوگا۔

ایک نکتہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خرچ اہل و عیال کی دنیاوی ضروریات اور نان و نفقہ پر کرنے سے اجر و ثواب حاصل ہوگا۔ اب کوئی شخص اہل و عیال اور ماتحت کے لوگوں کے دین و ایمان اور آخرت کی فلاح و بہبود اور نجات عذاب کے لیے خرچ کرے تو کیا کچھ اجر و ثواب ہوگا؟ اہل و عیال کو علم دین سکھانا اور اس پر خرچ کرنا بہت بڑی فضیلت ہے، دنیا و آخرت میں نجات کی سند ہے، دل و دماغ کے سکون کا ذریعہ ہے اور انشاء اللہ اس کی بدولت اللہ پاک اپنی شایانِ شان نعمتوں سے نوازیں گے۔

بقیہ: بوسنیا کے مصیبت زدہ بچے

اور اس کے ہمراہ سراجیو جانے والے ڈاکٹروں کو توقع ہے کہ وہ ان بچوں کی مدد کر پائیں گے۔ مسٹر سٹوڈرا کے مطابق سراجیو میں اب تک، سو بچے اذیتیں دے کر ہلاک کئے جا چکے ہیں جبکہ شہر کے تقریباً ۸۵ ہزار بچوں پر نفسیاتی لحاظ سے سکتے کی سی کیفیت طاری ہے اس کے علاوہ دیہی علاقوں کے بچے ہیں جن کے بارے میں کوئی نہیں جانتا کہ ان کو کتنا نفسیاتی نقصان پہنچا ہے انہوں نے کہا کہ ان بچوں کے ساتھ بات چیت کر کے اور لوریاں سُنا کر ان کا علاج کیا جا سکتا ہے مگر درحقیقت ان مصیبت زدہ بچوں کو سب سے زیادہ ضرورت امن کی ہے۔

وفیات — ادارہ

حضرت مولانا محمد علی صدیقی کا سانحۂ ارتحال

۱۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو معروف سکالر، مفسر قرآن اور مشہور مصنف حضرت العلامہ مولانا محمد علی صدیقی (سیالکوٹ) بھی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جید عالم دین، صاحب قلم بزرگ، محقق مصنف اور اسلام کے بے لوث داعی، دار العلوم شہابیہ کے بانی اور مہتمم تھے تعلیم و تدریس اور حلقۂ تلامذہ واستفادہ اور خود دار العلوم شہابیہ مرحوم کے لیے صدقۂ جاریہ اور لازوال اجر عظیم تو ہے ہی مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کی معروف زمانہ تفسیر" معالم القرآن" جس کی تیرہ جلدیں وہ اپنی زندگی میں مکمل کر چکے تھے اور ان کی شہرہ آفاق تصنیف" امام اعظم اور علم الحدیث" جس کا جواب نہیں ایک ایسا لازوال علمی کارنامہ ہے جس سے موصوف کے علمی ذوق، وسعتِ علم ومطالعہ، ذوقِ تحقیق وتصنیف اور بہترین علمی صلاحیتوں اور تحقیقی کاوشوں کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ مولانا اس دنیا میں نہیں رہے مگر ہمیں یقین ہے کہ ان کے تلامذہ میں سے کوئی صاحبِ سعادت ان کے تفسیری سلسلہ کی تکمیل کے لیے آگے بڑھے گا ہمیں مرحوم کے تلامذہ وحلقۂ استفادہ سے بھرپور توقع ہے کہ وہ موصوف کی علمی اور تحقیقی کاوشوں کی اشاعت وتقسیم کا اہتمام بدستور جاری رکھیں گے ادارہ مرحوم کے ورثاء، پسماندگان اور حلقۂ استفادہ کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے باری تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ اپنی رحمتوں میں جگہ دے۔

بقیہ: تہذیب مغرب

ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے اب آپ ہی فیصلہ کر لیں کہ اس ارشاد کا مصداق خود موصوف ہیں یا کوئی اور؟ موصوف ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ:

"اب تو تہذیب کی چھاتی پر چڑھ کر بدتہذیبی کی نمائش تہذیب کے نام پر ہو جاتی ہے اور ایسے بھی یار لوگ ہیں جو ان بد تہذیبوں کی سرپرستی فرماتے ہیں دراصل یہ کردار کی کمزوریاں ہیں جو کسی طرح بھی چھپائے نہیں چھپتی - اور ان کی بدصورتی پر سے ایک نہ ایک روز نقاب سرک جاتی ہے ان عناصر کی رہنمائی کرنے والے اور ان کی دریدہ دہنیوں کے منصوبے تیار کرنے والے عام محفلوں میں سادھو سنتوں کے روپ میں سامنے آتے ہیں اور کچھ ایسا انداز اختیار کرتے ہیں کہ جیسے سب کچھ ان کی بے خبری میں ہو رہا ہے دراصل یہی بگلا بھگت ہیں جنہیں اپنے احساس کمتری کو تھپکنے تھپکانے کا بے ہودہ طریق کار سوجھا ہے-" (روزنامہ جنگ، لندن)

ایک ہی دن کے اخبار میں یہ دو متضاد بیانات آپ کے سامنے ہیں - اسی کو کہتے ہیں "مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"-

ادبیات

مشعلِ راہِ ہدایت "صحبتے با اہل حق"

محمد ابراھیم فانی غفرلہ، ۱۹؍دسمبر ۹۲ء

"صحبتے با اہلِ حق" محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق کی علمی و دینی تعلیمات اور ارشادات کا وقیع مجموعہ ہے جو ۴۰۶ صفحات پر مشتمل ہے اور جسے موتمر المصنفین نے شائع کیا ہے چند روز قبل مطالعہ میں رہی ہے لطف اندوز ہوا بھرپور استفادہ ہوا تو چند منظوم تاثرات بھی منضبط ہو گئے نذرِ قارئین ہیں۔ فانی

باعثِ تسکین و راحت "صحبتے با اہل حق"
بہتر از صد سالہ طاعت "صحبتے با اہل حق"

جس سے ملتا ہے سکونِ روح و جاں آرامِ دل
آشکارا وہ حقیقت "صحبتے با اہل حق"

شیخ عبدالحق کی مجلس کا وہ منظر دیکھنا
یہ کتابِ خوبصورت "صحبتے با اہل حق"

اس کے جامع شیخ کے تلمیذ حقانی[1] تو ہیں
دیکھئے ان کی یہ محنت "صحبتے با اہل حق"

عشقِ حق سے خالی و مردہ دلوں کے واسطے
نسخۂ عشق و محبت "صحبتے با اہل حق"

فانی بیچارہ گویا یہ کتاب لاجواب
مشعلِ راہِ ہدایت "صحبتے با اہل حق"

---

[1] مولانا عبدالقیوم حقانی

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

رحمتِ کائنات | تالیف: حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ ، صفحات ۳۸۴ ، قیمت ۱۰۰
ناشر: قاضی محمد ثاقب الحسینی ، دار الارشاد اٹک پنجاب

مخدوم محترم حضرت قاضی صاحب دامت برکاتہم سلف صالحین اور اکابر علماء دیوبند کے مسلک اعتدال کے علمبردار، مصنف، مفسر اور دینِ اسلام کے مخلص داعی ہیں" رحمتِ کائنات" ان کا عظیم اور مشہور عالم شاہکار ہے جس کی تالیف پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں انہیں ارشاد فرمایا "تمہارے مضمون کو میں نئی ترتیب دے رہا ہوں تاکہ انبیاء علیہم السلام کی مجلس میں پیش کروں گا" مسئلہ حیات النبی پر جب دار العلوم دیوبند کو خطوط لکھے گئے تو اساتذہ دار العلوم کی مجلس میں" رحمت کائنات" پڑھی گئی اور متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ" رحمتِ کائنات" کے مضامین مسلک اور علمی تحقیق کے اعتبار سے کافی اور شافی ہیں' اس کو ماہنامہ" دار العلوم" میں باقاعدہ قسطوار شائع کیا گیا، کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس کا ہر ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ لے لیا جاتا ہے پیش نظر کتاب اس کا آٹھواں ایڈیشن ہے قارئین سے گذارش ہے کہ" رحمتِ کائنات" سمیت حضرت قاضی صاحب کی تمام اصلاحی تصنیفات سے بھرپور استفادہ کریں۔

حبیب کبریا کے تین سو اصحاب | تالیف: جناب طالب الہاشمی صاحب، صفحات ۱۲، قیمت ۱۶۰
ناشر: محمد عثمان شمسی، یبین اسلامک پبلشرز ۱۷، اردو بازار لاہور

محترم جناب طالب ہاشمی صاحب ملک کے معروف ادیب' مورخ، مصنف اور مانے ہوئے سکالر ہیں اب تک ان کی قلم سے ۵۰ کتابیں منصہ شہود پر آچکی ہیں سیرت طیبہ اور تاریخ و سوانح ان کا پسندیدہ موضوع ہے مگر حضرات صحابہ کرام اور صحابیات کے ایمان افروز تذکروں میں ان کے ساتھ رب ذو الجلال کی اجتبائی شان کا معاملہ ہے جس طرح صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقیت اور صحابیت کے لیے چن لیا تھا، اسی طرح محترم جناب طالب الہاشمی صاحب کو بھی اللہ نے جماعت صحابہ کے تعارف، دفاع اور ان کے ایمان افروز تذکروں کے لیے چن لیا ہے۔

صرف صحابہ کرام وصحابیات کے تذکرہ پر ان کی قلم سے اب تک ۱۳ ضخیم کتابیں نکل چکی ہیں "حبیب کبریا کے تین سو اصحابؓ" اس سیر الصحابہ کے سلسلۃ الذہب کی چودھویں کڑی ہے جس میں ۳۰۰ کے بجائے ۳۲۵ صحابہ کرام کے تذکرے شامل ہیں حواشی میں ۶۰ صحابہ کرام کے مزید اجمالی تذکرے اس کے علاوہ ہیں کتاب کا اسلوب نگارش موصوف کی کتابوں کی طرح آسان، سادہ، سلیس، دلکش اور عام فہم ہے، عمدہ کاغذ، بہترین کتابت، معیاری طباعت اور مضبوط ڈائی دار جلد بندی نے کتاب کے حسن کو دوبالا کر دیا ہے۔

فیوض القرآن تالیف: مولانا حافظ فیض الحسن فاروقی صفحات: ۲۴۰ قیمت درج نہیں
ناشر: مدنی منزل مدنی محلہ شوگر ملز چارسدہ

قرآن کریم انسان کی رشد وہدایت کے لیے ایک ابدی سرچشمہ حیات ہے اور ہر مسلمان کے لیے اس کا سیکھنا، پڑھنا اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا موجب سعادت ہے مولانا حافظ فیض الحسن ایک جید نوجوان عالم دین ہے، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور وفاق المدارس سے فراغت حاصل کی ہے، پیش نظر کتاب "فیوض القرآن" کو انہوں نے قرآنی علوم ومعارف پر اردو زبان میں نہایت عمدہ ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے جس کا اکثر حصہ ان کے والد گرامی ممتاز عالم دین شیخ الحدیث حضرت العلامہ مولانا محمد حسن جان صاحب ایم این اے کے ارشادات وافادات پر مشتمل ہے اہم علمی موضوعات پر یہ مستند مجموعہ عصر جدید کے مسائل پر مدلل ومفصل جوابات پر بھی مشتمل ہے اور عہد حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مولف نے ہر قسم کے جدید مذاہب کے ملحدانہ شکوک و شبہات کا تفصیلاً ازالہ کیا ہے۔ تحریر آسان، عام فہم اور دلچسپ انداز سے کہ جب شروع کر دی جائے تو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا غرض یہ کہ قرآنی علوم ومعارف اور تفسیر پڑھنے اور پڑھانے والے طلبہ اور مدرسین کے لیے نہایت مفید علمی سرمایہ ہے۔

مطبوعاتِ مکتبہ ابوعبیدہ جناب الحاج اقبال احمد خان صاحب، اسلامی تعلیمات کی تبلیغ کے لیے دھڑکتا ہوا دل رکھنے والے ایک مخلص مسلمان ہیں، الامارات العربیہ المتحدہ کے شہر عجمان میں مکتبہ ابوعبیدہ بن الجراح العامہ کے نام سے خالص دینی اور تبلیغی مقاصد کے پیش نظر اشاعتی ادارہ قائم کئے ہوئے ہیں جس کے زیر اہتمام چھپنے والی درج ذیل کتب موصول ہوئی ہیں۔ آئینہ محمدی، عمرہ وزیارتِ مدینہ منور گناہ بے لذت، مسواک کی فضیلت، داڑھی کی شرعی حیثیت، درود شریف پڑھنے کا شرعی طریقہ، تبلیغ اسلام حصہ اول، چراغ کی روشنی۔ رابطہ کے لیے پوسٹ بکس ۵۸۶ عجمان الامارات عربیہ المتحدہ۔

REGD. NO. P-90

محدّث کبیر قائد شریعت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ بانی وموسس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علمی وعملی کمالات اور سیرت وسوانح پر مشتمل عظیم تاریخی دستاویز

ماہنامہ الحق کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ نمبر

ایک عہد ایک تحریک اور ایک تاریخ

اس نمبر کے لکھنے والوں میں اکابر علماء دیوبند، اساتذہ علم ومشائخ کبار، معروف دینی مجلوں کے مدیر، ہفت روزوں اور اخبارات کے ایڈیٹر اور صحافی ملک وبیرون ملک کے عظیم سکالرز، محقق مصنفین و شیوخ حدیث، متعدد مورخین وادباء افغان عبوری حکومت کے سربراہ سمیت افغان جہاد کے تمام قائدین محاذ جنگ کے متعدد جرنیل، سابق اور موجودہ حکمرانوں کے اعتراف عظمت پر مبنی تقریریں اور تحریریں سیاست دانوں کا خراج عقیدت اور متعدد زعماء کے مفصل بیانات۔ غرض اپنے موضوع اور جامعیت کے اعتبار سے ایک مثالی شاہکار تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل، بہت جلد ہی منظر عام پر آرہا ہے۔ انشاءاللہ
بہترین کتابت، عمدہ طباعت، مضبوط ڈائی دار سنہری جلدیں، ماہنامہ "الحق" کے مستقل قارئین اور نئے بننے والے خریداروں کے لیے ۳۲ فی صد کی خصوصی رعایت۔

اصل قیمت ۲۵۰ روپے خصوصی رعایت ۱۷۰ روپے

وی پی نہیں کیا جائے گا۔ پیشگی رقم بھیجنے والوں کو رجسٹرڈ پارسل کے ذریعہ بھیجا جائے گا۔

ماھنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ